1383
شاہراہِ زندگی
गुरुकुल ग्रन्थालय काँगड़ी
उर्दू संग्रह
1383
पुस्तक का नाम
लेखक
प्रकाशन वर्ष 1940
आगत संख्या 1383

زندگی کا راز

نسانی زندگی کیا ہے؟ اسکے جواب مختلف لوگ مختلف طریقوں سے دیتے ہیں۔ کوئی
سے یاترا کہتا ہے۔ کوئی اسے میدان جنگ سے تشبیہ دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ تو کشتی ہے
وئی اسے اچانک ہوجانیوالی چیز کہتا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک اپنے خیال کیمطابق اسکا ورنن کر دیتا ہے
ر ہم اس جھگڑے میں نہ پڑیں کہ ان میں سے کون درست اور کون غلط ہے۔ اور سب کو درست مان لیں
بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ایک ہی ہے۔ اگر انسانی زندگی
سفر ہے تو سفر کوئی آرام اور سکھ کی چیز نہیں دکھ ہی کی ہے۔ اگر یہ میدان جنگ ہے تو بھی یہ تکلیف
ی ہے۔ میدان جنگ میں کسی کو سکھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کشتی ہے یہ زندگی تب بھی کوئی
م نہیں۔ جو چیز ہمیشہ ڈانواڈول حالت میں رہنے والی ہو اسے شانتی کیسے مل سکتی ہے۔ غرضیکہ انسانی
گی کو چاہے سفر سمجھا جائے یا میدان جنگ۔ کشتی خیال کیا جائے یا کچھ اور سکھ کسی بھی حالت میں نصیب
ں ہوگا اسلئے یہ ماننا پڑیگا کہ جو لوگ انسانی زندگی کا مقصد سکھ حاصل کرنا سمجھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے
پھر انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انسانی زندگی کا مقصد ہے اپنے فرض یا کرتویہ کو پورا کرنا۔ اس کرتویہ
را کرتے ہوئے چاہے سکھ [illegible] فرض پورا کرتے چلے جانا چاہئیے

اگر انسانی زندگی کے اس راز کو سمجھ لیا جائے تو پھر نہ کوئی دکھ رہتا ہے نہ سکھ - اور اس راز کو بہ
خوبصورتی سے سمجھانیوالا یوگ شاستر ہے - اور یوگ ودّیا کے اندر پرویش نہیں ہو سکتا جب
یم نیم پر پورا عبور حاصل نہ کر لیا جائے - یہ خوشی کی بات ہے کہ شری یت پنڈت ستیہ دیو صاحب
اس پستک میں یموں کے متعلق بہت سادہ اور سرل طریقہ سے بہت سی مفید مطلب باتیں
ہیں - اہنسا کسے کہتے ہیں - ستیہ کیا ہے - چوری سے مطلب کیا ہے برہمچریہ کے فوائد
ہیں اور اپری گرہ کسے کہتے ہیں - ان تمام باتوں پر بہت اچھی روشنی ڈالی گئی ہے - ایک
یم ہی انسان کو اونچے سے اونچے درجہ پر پہنچا دیتا ہے - اور جس نے ان پانچوں یموں
سادھنا کر لی ہے وہ تو ساکشات دیوتا بن جاتا ہے - ان یموں کے دھارن کرنے میں بظاہر
ظاہرا طوار پر کٹھنائی نظر آتی ہے

بے مشقت کچھ میسّر ہو نہیں سکتا غنی
رنگ لائی تب حنا جیسی گھٹی پھر گی چھنی

اگر ہم چاہتے ہیں کہ انسانی زندگی ایک کڑوی کسیلی اور تکلیف دہ چیز نہ بنی رہے بلکہ اس زندگی
مٹھاس پیدا ہو جائے - اسمیں خوبصورتی اور شانتی آجائے تو اسکے لئے کچھ مشقت تو ا
کرنی ہی ہوگی یہ کتاب آپ کو اس مشقت کے برداشت کرنے کے لئے تیار کرنیکا ایک سادھن ثابت
بنیگی - ایسی مجھے امید ہے -

خوشحال چند
ملاپ لاہور

دیب[illegible]

یہ چھوٹی سی پستک زندگی کے سادہ [illegible] دگوں میں
انکا پرچار کرنیکی غرض سے لکھی گئی ہے۔ جس سے ہر مذہب اور ملت کے لوگ یکساں فائدہ
اٹھا سکتے ہیں۔ منشیہ جیون کو اعلیٰ بنانیکے لیئے یوگ شاستر کے اصول بالخصوص یم اور نیم عالمگیر
ہیں جنکی صداقت اور پرم ستا سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ہندو ہو یا مسلمان۔ سکھ ہو یا جینی
پارسی ہو یا یہودی۔ اور عیسائی ہو یا بودھ۔ سب کے لیئے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونا ضروری
ہے۔ یہ زندگی کے محل کے بنیادی پتھر ہیں۔ انکے بغیر زندگی کی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی
انہی سے جیون بنتا اور بڑھتا ہے اور ان اصولوں کا سمجھنا بھی کچھ کٹھن نہیں۔ بچے سے لیکر
بوڑھے تک بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ اسلئے ہر پرش استری کا فرض ہے کہ اس پستک کو پڑھے
اور ان اصولوں کے سانچے میں اپنا جیون ڈھالنے کی کوشش کرے۔ سکولوں کالجوں
اور پاٹھ شالاؤں کے طلبا اور جاتی کے نوجوانوں کے لیئے اس کا مطالعہ ازبس مفید ہے
اور چونکہ بچے اور نوجوان جاتی کا بہترین انگ ہیں۔ اسلئے انہیں ان اصولوں کے پرچار
کی اشد ضرورت ہے یم اور نیم کے جتنے اصول ہیں انمیں کوئی بھی ایسا نہیں جسکے متعلق
کوئی مت بھید ہو یا جسکے صحیح ماننے میں کسی فرقہ کو کسی قسم کا اعتراض ہو۔ ایک سے ایک اعلیٰ اور
[illegible] بلکہ انسانی زندگی کو اونچا کرنیوالا ہے۔ پس انہیں اگر شاہراہ زندگی کہیں تو بیجا نہیں۔ اس پستک میں یوگ شاستر
کے پہلے انگ یم کی تشریح کیگئی ہے۔ اور آشا ہے کہ آوشیکتا کے انوسار باقی انگوں کی بھی اسی پرکار
[illegible] و یا کھیا کیجائیگی۔ جاتی سیوا اور پبلک کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے پستک کی قیمت بہت کم
رکھی گئی ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

ستیہ دیو

یم

انسان کا مقصد اپنی ہستی کی فضیلت اور آتم تتو کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ اپنے تئیں اوپر اٹھانا اور اُنّت کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے سداچار سمبندھی جن جن سادھنوں کا پالن کرنا ہمارے لئے آوشیک اور ضروری ہے اُن سب کا مفصل ذکر یوگ شاستر میں کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ شاستر کو دیگر شاستروں پر ترجیح دیجاتی ہے انسان کسطرح گراوٹ سے بچ سکتا ہے۔ اور کیونکر لگاتار اونچا اٹھ سکتا ہے راز یوگ شاستر کے پڑھنے۔ سمجھنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے سے اچھی طرح کھل جاتا ہے۔ انتی کے جسقدر سادھن اس شاستر میں ورنن کئے گئے ہیں اُنمیں یم اور نیم بڑے پرسدھ ہیں۔ اسلئے منو مہاراج کے کتھن کے انوسار اُن پر حاوی ہونا ہر طالب حق کے لئے جو اونچا اُٹھنے کی خواہش رکھتا ہے لازمی ہے۔

یم پانچ صفات پر مشتمل ہیں तत्राहिंसा सत्यास्तेय ब्रह्मचर्यापरिग्रह यमा

اَرتات۔ اہنسا۔ ستیہ۔ استے۔ برہمچریہ اور اپری گرہ

اہنسا

ان پانچ یموں میں پہلا یم اہنسا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ انسان

دوسرے جیووں کو بے جا آزار اور ایذا پہنچانے سے بچا رہے۔ یوگ شاستر
میں اہنسا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔
अहिंसा प्रतिष्ठायां तत्सन्निधौ वैरत्याग
اہنسا کے پرتشٹھت ہونے پر اُسکے نزدیک ویر بھاو دور ہو جاتا ہے۔ ارتھات
جب انسان کے اندر اہنسا کا بھاو بڑھ جاتا ہے تو نہ اُسے دوسروں کے ساتھ
اور نہ دوسروں کو اُسکے ساتھ کسی قسم کا ویر ورودھ رہتا ہے۔ دنیا میں رکھشا
کے لئے انیک اُپائے کئے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے قلعے۔ سینا اور فوج۔ توپ
بندوق اور ہوائی جہاز وغیرہ سب حفاظت کے سامان ہیں۔ مگر سب سادھنوں
میں سب سے اعلیٰ اور آسان اہنسا ہے۔ جب پرتیک پرانی کے دل سے ہنسا
کا بھاو جاتا ہے۔ تو پھر کون کسکا دشمن ہے اور ان گھاتک سادھنوں کی اتنی
ضرورت ہی کہاں۔ دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا کہ تم چاہتے
ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں۔ یہ ایک سنہری اصول ہے۔ اور جہاں ہمیں ایک دوسرے
کے سمبندھ میں اور کئی پرکار کے برتاؤ کی ضرورت ہے وہاں اہنسا کی سب سے
بڑھ کر آوشیکتا ہے۔ کوئی منشیہ نہیں چاہتا کہ مجھے کسی سے ایذا پہنچے۔ پس
اسکا فرض ہے کہ وہ بھی کسی کو ایذا نہ پہنچائے۔ سچ مچ مہرشی پاتنجل کے کتھن
کے انوسار جب ایک منشیہ دوسروں کو مِتر کی درشٹی سے دیکھتا ہے تو دوسرے

سب جیو اُسکے پرتی اپنے ہنسا کے بھاو کو تیاگ دیتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ جنگل میں سادھو۔ مہاتماؤں کو شیر۔ بھیڑیے اور جنگلی جانوروں کا کوئی بھے نہیں ہوتا۔ یہ جیو اُنکی کٹیاؤں کے آس پاس رہتے ہیں۔ نہ انہیں سادھوؤں سے ڈر ہے اور نہ سادھوؤں کو ان سے۔ اکثر سُننے میں آیا ہے کہ ہرن جو انسان کو دیکھتے ہی بھاگ جاتے ہیں۔ سادھوؤں کے جسم کو اپنے سینگوں سے کُھجلاتے ہیں۔ سانپ جیسے موذی جاندار کے متعلق ایک فارسی کے شاعر کا کتھن ہے

"ازاں مار بر پائے راعی زند
کہ ترسد سرش را بکوبد بہ سنگ"

ارتھات سانپ گڈریے کے پاؤں کو اس لئے کاٹتا ہے کہ اسے خطرہ ہے کہ وہ کہیں اُسکے سر کو پتھر سے نہ کچل ڈالے۔ سیام کے بدھ بھکشوؤں کے متعلق سنا جاتا ہے کہ بن میں جنگلی جانور کئی دفعہ اُن کے پاؤں کو چاٹتے دیکھے گئے ہیں۔ انڈروکلیز اور شیر کی کہانی تو مشہور ہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسطرح ایک انسان ایسے درندے کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔

الغرض جہاں اہنسا کا بھاو موجود ہے وہاں آپس کی ایرشا۔ دویش اور ویر ورودھ نہیں رہتے۔ اسی لئے آتم رکشا کے واسطے اہنسا پرم دھرم مانا

گیا ہے۔ مگر اِس اہنسا برت کے سمجھنے میں بیسا اوقات لوگ غلطی کرتے ہیں
من بچن اور کرم سے بے جا طور پر کسی جاندار کو ایذا پہنچانا ہنسا ہے۔ مگر
ایک حاکم کا اپرادھی کو سزا دینا۔ کسی پرانی کا اپنے تئیں اتیاچاری کے
ظلم سے بچانا۔ یا کسی جیو کی دوسرے ہنسک جیووں سے رکھشا کرنا۔
ہرگز ہنسا نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی بیگناہ کو قتل کرتا ہے تو حاکم کا فرض ہے
کہ قاتل کو پھانسی کی سزا دے۔ اگر کسی کے گھر میں چور چوری کرنیکی نیت سے گھس
آتا ہے۔ تو گھر والوں کے لیئے ضروری ہے کہ اپنی حفاظت کریں اور چور کو پکڑ کر پولیس
کے حوالہ کریں۔ اور اگر کسی گائے یا اور پشو کے کوئی زخم ہو جائے اور اُس میں کرم
پڑ جائیں تو کون ایسا عقل سے خارج انسان ہے جو گائے کو بچانے کی خاطر
کرموں کے مارنے میں سنکوچ کریگا۔ اِن حالات میں قاتل کو پھانسی نہ دینا چور
کو حوالہ پولیس نہ کرنا اور کرموں کو نہ مارنا۔ اہنسا نہیں بلکہ بڑی بھاری ہنسا اور
پاپ ہے۔ اہنسا برت کو غلط طور پر سمجھنے میں دیش اور جاتی کو کئی مرتبہ بڑی
ہانی ہوئی ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک لڑائی کے موقعہ پر راجپوت
سینا کے مقابلے میں دشمن نے اپنی فوج کے آگے چند گوئیں کھڑی کر دیں۔ راجپوت
گؤ ہتیا کو مہاں پاپ سمجھتے تھے۔ اسلیئے ہتھیار چلانے میں گوؤں کے مارے

جانے کے ڈر سے تامل کرنے لگے - اتنے میں دشمن نے اُن پر غلبہ پا لیا اور کئی
راجپوت مارے گئے - گئووں کو بچانے کی فکر کرتے کرتے انسانوں کو مروا دینا
محض کوتاہ اندیشی اور کج فہمی ہے - اور اس قسم کی اہنسا جس میں چند مویشی بچ جائیں
مگر سینکڑوں انسان مارے جائیں بدتر ہنسا ہے - اسی طرح اگر جنگلی جانور ہمارے
کھیتوں یا پشوؤں کو نقصان پہنچائیں تو اس نقصان سے بچنے کے لئے
ان ہنسک جانوروں کا مارنا ہنسا نہیں - جہاں ہنسا منشیہ میں کرودھتا
اور بے رحمی کا بھاؤ پیدا کر کے رفتہ رفتہ اُسے انسانیت سے گرا کر حیوانیت
اور پشوپن کی طرف لیجاتی ہے وہاں اہنسا کا غلط خیال اور پرچار جاتی میں
کائرتا اور بزدلی پیدا کر کے رفتہ رفتہ اُسے مرد سے نامرد بنا دیتا ہے - آریہ دھرم
سچی اہنسا کا پرچار کرتا ہے جس سے ہنسا اور اہنسا میں اصلی تمیز اور توازن
قائم رہے - اہنسا کی غرض انسان کو بھیڑیا پن سے بچانا ہے نہ کہ اُسکی بیرتا
اور آتم رکھشا کی شکتی کو کم کرنا - آریہ پرشوں کے جیون میں ہمیں بیسیوں ایسے
اُداہرن ملتے ہیں جن سے ہنسا اور اہنسا کا اصلی تتو آسانی سے سمجھ میں
آسکتا ہے - مریادا پرشوتم رام ہمیشہ دوسرے کی دل آزاری سے بچتے تھے
مگر جہاں مقابلہ اور لڑائی کی ضرورت ہوتی تھی ہرگز پیچھے نہیں ہٹتے تھے -

سیتاجی کے سوئمبر کے بعد جب جنگل میں شیو دھنش کے توڑنے کے متعلق پرشرام سے تکرار ہوتی ہے تو رام بڑی نمرتا سے پرشرام سے نویدن کرتے ہیں کہ آپکا ہمارے ساتھ وِرودھ کرنا نامناسب ہے - آپ براہمن ہیں اور اس لیئے ہمارے پوجا کے یوگیہ ہیں - ہم نہیں چاہتے کہ کسی طرح سے آپکی دل آزاری کریں۔ مگر پرشرام جی اپنے بل کے زعم میں اکڑے جاتے ہیں اور ناراض ہو کر لکشمن کیطرف اشارہ کرکے کہتے ہیں -

यदि याहि के कंठ कुठार न दीना।
तो मैं कोप कहा कर कीना॥

ارتھات اب لکشمن کی گردن اور میرا کلہاڑا ہے - اگر اسوقت اِس سے کام نہ لیا - تو میرا کرودھ ہی کس کام - رام چندرجی نے جب دیکھا کہ اِن کے غصہ کا پارا چڑھتا جاتا ہے تو آخر اپنی بہادری اور ویرتا پر وِشواس رکھتے ہوئے بولے -

देख धनुष भूपति भटनाना - समबल होऊ अधिक
अभिमाना. जो रन माहिं प्रचारे कोऊ।
लड़ें सुखेन काल कि न होऊ॥

ارتھات - دیو - راکھشش - راجا - شوربیر کوئی ہو خواہ بل میں ہمارے
برابر ہو - یا ہم سے بڑھ کر - جو لڑائی کے لئے ہمیں چیلنج دے ہم موت کی پرواہ
نہ کرتے ہوئے اس کیساتھ یدھ کرنیکے لئے ہمیشہ تیار ہیں -

اسی طرح یوگی راج کرشن چندر جی جب پاپی دریودھن کو اپنے ہٹ پر قائم
دیکھتے ہیں تو ارجن کو جو میدان جنگ میں موہ اور ممتا کے وش میں ہوا ہوا
شستر چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے لڑائی کے لئے آمادہ کرتے ہیں - ارجن
رشتہ داروں پر ہتھیار چلانے سے گریز کرتا ہے - کرشن چندر جی
اسکے اس بھاو کو کائرتا اور کرتویہ سے گراوٹ خیال کرتے ہیں اور ایسے
خیال کی سخت نندا کرتے ہوئے پُرزور الفاظ میں کہتے ہیں کہ اے ارجن!
ایسے نازک موقعہ پر تمہیں اس قسم کا اگیان کیونکر ہوا جو سراسر آریہ آچرن
کے خلاف - نرک میں لیجانیوالا اور اپ یش کے پیدا کرنیوالا ہے - نامرد
مت بن - تیرے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں - ہردے کی اس مکروہ کمزوری
کو تیاگ کر مقابلے کیلئے اُٹھ

رام اور کرشن کا جیون ہندو جاتی کیا سنسار کے لئے آدرش اور نمونہ ہے
اور انکی سکھشا سے صاف عیاں ہے کہ اہنسا کا مسئلہ آتم سنمان اور

آتم رکھشا کے رستہ میں ہرگز روکاوٹ نہیں۔ کسی جاندار سے ایذا پہنچے بغیر بلا وجہ کسی ذاتی غرض کیخاطر ایذا پہنچانا ہنسا ہے اور اِس قسم کی ہنسا سے سب کو پرہیز کرنا واجب ہے۔ ورنہ انسان رفتہ رفتہ ظالم اور بے رحم بن جاتا ہے اور انسانیت سے گر جاتا ہے۔

یوگ شاستر کے انوسار ہنسا کی کئی حالتیں ہیں:-

कृत कारित अनुमोदिता लोभ क्रोध मोह पूर्वका

मृदु मध्याधि मात्रा ॥

ہنسا کی ایک وہ حالت ہے۔ جسمیں ایک جیو بلا شرکت غیرے دوسرے کو ایذا پہنچاتا ہے۔ جیسے ایک ڈاکو کسی بیگناہ کو ہلاک کر دیتا ہے۔

دوسری وہ حالت جسمیں ایک جیو اپنے ہاتھ سے ہنسا نہیں کرتا کسی دوسرے سے کرواتا ہے۔ جیسے ایک امیر اپنے ملازم یا کسی اور کو رشوت دیکر کسی جیو کو مروا دیتا ہے۔ تیسری وہ حالت ہے۔ جسمیں ایک انسان نہ خود کسی جاندار کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور نہ ہی دوسرے کو خود ہنسا پر آمادہ کرتا ہے۔ مگر ہنسا کو روکنے کی قدرت اور طاقت رکھتا ہوا لاپرواہی سے دوسروں کو ہنسا کرتے ہوئے دیکھتا

رہتا ہے یا جسمیں ایک انسان (سرکاری ملازم) اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کیوجہ سے کسی ہنسا کا موجب ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کنسٹیبل رات کیوقت پہرا دینے کے موقعہ پر سو جاتا ہے۔ یا ڈیوٹی سے غیر حاضر ہو جاتا ہے۔ چور اسکی خواب یا عدم موجودگی میں چوری کی غرض سے گھس کر گھر والوں میں سے کسی کو زخمی کرتا ہے۔ اب کنسٹیبل نے نہ خود کسی کو زخمی کیا۔ اور نہ ہی چور کو اسپر آمادہ کیا یا کسی قسم کی ترغیب دی مگر اس ہنسا کا وہ ضرور کسیقدر موجب ہے۔ اسے علیحدہ ایک چوتھی حالت تصور کرتے ہیں ان تین یا چار حالتوں میں سے ہر ایک حالت لوبھ۔ کرودھ اور موہ یا انکے میل سے پیدا ہوتی ہے اور پھر ایک قسم کی تکلیف اندازی کے لحاظ سے معمولی کسیقدر سخت اور نہایت سخت کہی جاسکتی ہے۔ سب حالتوں کا شمار کرنے سے چوراسی پرکار کی ہنسا ہوتی ہے۔ ان مختلف لوبھ۔ کرودھ اور موہ کے کارنوں سے پیدا ہوئی ہوئی ہنسائی تاریخ میں کئی مثالیں ملتی ہیں۔ دریودھن راج کے لالچ سے پانڈوں کو زندہ جلا دینے کے لیئے لاکھ کا گھر تیار کراتا ہے۔ کیکئی اپنے بیٹے بھرت کو ایودھیا کا راجہ بنانے کی خاطر رام کو چودہ برس کا بن باس دلواتی ہے۔ نادر شاہ ایک دو سپاہیوں کے مارے جانے پر غضبناک

ہوکر کرودھ میں قتل عام کا حکم دیدیتا ہے۔ جسمیں ہزاروں بے گناہ مرد عورت اور بچے مارے جاتے ہیں اور کسی دوسرے موقعہ پر اپنے بیٹے سے ناراض ہوکر اُسکی آنکھیں نکلوا دیتا ہے

چینبہ میں جہالت اور اگیانتا کیوجہ سے ہر سال ساون کے مہینہ ایک تیوہار کے موقعہ پر دریا میں زندہ بھینسے کی بلی دی جاتی ہے۔ وہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا کرنیسے دیوتا پرسن ہوتے ہیں اور دلیش میں سارا سال کلیان رہتا ہے۔ جس روز یہ بھیانک رسم ادا کیجاتی ہے دُور دُور سے اِس ورشیہ کو دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں بلی کے بھینسے کے ماتھے پر سندھور لگا کر اُسے بڑے جلوس کیساتھ دریا پر ایک اونچی جگہ لیجاتے ہیں اور وہاں سے بڑی بےرحمی کیساتھ نیچے دریا میں دھکا دیدیتے ہیں۔ پانی کا بہاؤ بڑا تیز ہوتا ہے۔ بھینسا پار نہیں جاسکتا - واپس آنیکی کوشش کرتا ہے۔ مگر اِس طرف کنارے کیساتھ ساتھ دُور تک لوگ بانس ہاتھوں میں لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُس کا واپس شہر میں آنا نحوست کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے بیچارہ بہاؤ کے ساتھ پتھروں سے ٹکراتا ہوا تھوڑی دیر میں دم دیدیتا ہے۔ یا شہر کی حد سے

باہر ادھ مُوا کنارے پر جا لگتا ہے۔ ایک یاتری اپنی کیلاش یاترا کا ایک
واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک جگہ پر اُس نے دیکھا کہ ایک بکرے کا ناک اور مُنہ
بند کر دیا گیا اور وہ تھوڑی دیر میں دم گھٹنے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر گیا
دریافت کرنے پر بودھ بھکشوؤں نے جواب دیا کہ بکرے کو تلوار سے
مارنے میں ہنسا ہوتی ہے اور ہنسا اُن کے دھرم میں منع ہوتی ہے۔ اسلئے
ایسا کیا گیا۔ یہ محض انکی جہالت تھی۔ بکرے کو اِسطرح مارنا بدتر ہنسا ہے
ہنسا کے پاپ سے بچنے کے لیے اور اہنسا برت دھارن کرنے کے لیے
محض ہماری خواہش ہی کافی نہیں بلکہ مُستقبل ارادے اور لگاتار ابھیاس کی ضرورت
ہے نیز بے جا ایذا رسانی سے بچے رہنا ہی اہنسا نہیں ہے بلکہ اپنی شکتی اور سامرتھ کے
انوسار دُوسروں کے دُکھ کو دُور کر کے انہیں سکھ پہنچانا اہنسا کا ضروری جز
ہے۔ یوگ شاستر میں خاص سادھن ودھن کیے گئے ہیں جن پر لگاتار
ابھیاس کرنیسے اہنسا برت درڑھ ہو جاتا ہے مہرشی پاتنجل لکھتے ہیں:۔

मैत्री करुणा मुदितोपेक्षाणां सुख दुःख पुण्य

पुण्य विषयाणां भावनातश्चित्त प्रसादनं ॥

سُکھی پرشوں کو مِتر کی درشٹی سے دیکھو۔ دُکھی پر دیا کرو۔ پنیہ آتما اور نیک

پرش کو دیکھ کر پرسنتا اور آنند پرگٹ کرو۔ اور جنکے جیون میں نقص ہو۔ اُن کے
نقائص پر زیادہ دھیان نہ دو۔ اِن چار سادھنوں پر عمل کرتا ہوا۔ اِنسان
اپنے چیت کو شانتی اور سکھ سے بھرپور کر لیتا ہے۔ سنسار میں بعض لوگوں
کا قاعدہ ہے کہ دوسرے کو سکھی دیکھ کر خوش ہونیکی بجائے اُلٹا دِل میں
کُڑھتے ہیں اور اُس کے سمبندھ میں نانا پرکار کی دُشچنتا کرتے ہوئے مُفت میں
دُکھی ہوتے ہیں۔ درِشٹانت کے طور پر ایک کتھا ہے کہ ایک نِردھن برہمن
دھن کی پراپتی کیواسطے شوجی کی پوجا کیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ پوجا کے بعد شوجی
مہاراج نے پرسن ہو کر اُسے ایک گھنٹی دی اور کہا کہ جب تمہیں روپیہ
پیسے کی ضرورت پڑے من میں اُسقدر رقم کا دھیان کر کے گھنٹی بجا دینا
تمہیں فوراً اُتنی ہی رقم وہاں پر مِل جائیگی۔ برہمن گھنٹی لیکر بہت خوش ہوا
کہ اب سب دُکھ درد دُور ہو گیا۔ مگر شوجی نے کہا کہ اس گھنٹی میں ایک گن
یہ بھی ہے کہ جہاں تمہیں روپیہ پیسہ یا جو چیز تم مانگو گے مِل جائیگی۔ وہاں
اُس سے دُگنا پھل تمہارے شریک برادری والوں کو ملیگا۔ یہ سُنکر برہمن
بہت گھبرایا۔ اُسکی ساری خوشی جاتی رہی۔ بظاہر شوجی سے کچھ نہ کہا گھنٹی
لے لی اور گھر جا کر ایک طاقچہ میں کسی کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دی اور

پہلے کیطرح تنگی سے دن کاٹنے لگا۔ آخر تنگ آ کر بدیش جانے پر مجبور ہوا
اُسکے پیچھے بیوی نے تھوڑا بہت اثاثہ جو گھر میں تھا اُس پر گذارہ کیا۔ آخر
فاقہ پر فاقہ آنے لگا۔ بچے بھوک سے تنگ ہونے لگے۔ گھر کے برتن بھی بکنے
لگے۔ ایک دن گھر میں جھاڑو دیتے وقت طاقچہ میں سے وہ گھنٹی مل گئی
دل کے اندر خیال کیا کہ آج اِسے بیچکر گذارہ کیا جاوے۔ آشا ہے آٹھ آنے مل جائینگے
چھوٹا بچہ پاس کھڑا تھا اُس نے خوبصورت گھنٹی کے لئے ہاتھ پسارا۔ گھنٹی بج گئی۔
پھر کیا تھا فوراً ایک اٹھنی گرتی ہوئی دکھائی دی۔ برہمنی حیران رہ گئی۔ اور کہنے
لگی کاش بجائے اٹھنی کے ایک روپیہ ہی گرتا۔ اور ایک منٹ انتظار کے
بعد گھنٹی اُٹھا کر دیکھنے لگی۔ ہلنے پر پھر گھنٹی بجی اور گھنٹی کی ٹن ٹن پر ایک روپیہ
بھی ٹن ٹناتا نیچے گرا۔ اب تو وہ راز سمجھ گئی۔ دل میں خواہش کی اور گھنٹی
بجائی۔ جتنا روپیہ چاہا مل گیا۔ گھر میں اکٹھی رسد منگوالی۔ بال بچوں کیواسطے
نئے سوٹ اور اپنے لئے سونے کے خوبصورت زیور بنوائے۔ گھر میں
کام کاج کے لئے خادمہ اور بازار آنے جانیکے واسطے ایک ملازم رکھ لیا۔
شہر سے باہر زمین خرید کر کوٹھی اور باغ بنوایا۔ غرضیکہ تھوڑے ہی عرصہ میں
گھنٹی کی بدولت ایک رئیسہ معلوم ہونے لگی۔ پڑوسیکے بھی بخت سے

یاوری کی اور وہ بھی بڑے ٹھاٹھ سے رہنے لگے۔ مگر برہمنی کو کسی سے
دویش نہ تھا۔ وہ سکھی تھی۔ ادھر جب برہمن کے پاس مزدوری کرتے
کرتے چار پیسے اکٹھے ہو گئے۔ تو گھر کا خیال آیا۔ یہاں محلہ میں پہنچے تو سارا نقشہ
ہی بدلا ہوا تھا۔ مشکل سے گھر کی جائے وقوع کا پتہ کیا۔ مگر گھر اب وہ پرانا
گھر نہیں تھا۔ ایک خوبصورت اور عالیشان محل تھا۔ دروازے کے
قریب آکر اندر کی طرف جھانکنے لگا۔ لونڈی نے دیکھا۔ اسے ایک اجنبی
کی یہ حرکت بری معلوم ہوئی۔ اپنی مالکہ سے کہا کہ ایک شخص پھٹے پرانے
کپڑے پہنے ہوئے دروازے پر کھڑا اندر کی طرف جھانک رہا ہے۔ وہ
جھٹ سمجھ گئی کہ پتی دیو ہی ہوں گے۔ ڈیوڑھی میں جا کر دیکھا۔ لونڈی سے
کہا کہ انہیں اندر لے آؤ۔ اندر گئے تو پتنی کو پہچان ہی نہ سکے۔ شکل
ہی بدلی ہوئی تھی۔ دل میں خیال کیا کہ ان عورتوں نے میرے ساتھ مذاق
کیا ہے۔ میری مداخلت کو گستاخی سمجھ مجھے اندر لا کر نوکروں سے ذلیل
کروانا چاہتی ہیں۔ چند منٹ تک خاموش کھڑا رہا۔ آخر پتنی نے کہا
مہاراج۔ اس آسن پر بیٹھ جائیں۔ اور اشنان کر کے کپڑے بدل
لیں۔ آواز سنکر فوراً پہچان گیا۔ اور بولا کہ بھاگوان کہیں ٹھٹھی تو نہیں

بجاتی رہی - وہ بولی - جی ہاں - یہ سب سمپتی گھنٹی کی بدولت ہی پراپت ہوئی ہے - وہ بولا کہ محلّے میں داخل ہوتے ہی مجھے شک گذرا تھا - ورنہ پڑوسیوں کے نصیب کہاں کہ اسقدر جلدی ایسے عالیشان محل اپنے لئے تیار کر سکیں - پتنی نے کہا مہاراج ہمیں اس سے کیا - پرماتما کا شکر کرنا چاہیئے اگر سارا محلہ سکھی ہے - تو ہمیں کیا بُرائی ہے - ہمیں سمبندھیوں اور رشتہ داروں کو سکھی دیکھ کر من میں پرسن ہونا چاہیئے - برہمن بولا میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ پڑوسی ایسے سکھی ہوں - جوں توں کر کے وہ دن کاٹا - رات کیوقت بستر سے پر لیٹ گئے - برہمنی دیر سے بچھڑے ہوئے پتی سے کچھ سننے اور اپنی کہانی سُنانے کی خواہشمند تھی مگر برہمن دیوتا کا دماغ پڑوسیوں کے سمبندھ میں چکر کھا رہا تھا - گھنٹی لیکر سرہانے رکھ لی - آدھی رات گذرنے پر دل میں خواہش کی کہ ہمارے گھر کے دروازہ پر پانچ گز محیط والا ایک کنواں کھُد جائے - گھنٹی بجی اور ایسا ہو گیا - اور ساتھ ہی پڑوسیوں کے دروازہ پر دس گنے محیط والے کنوئیں کھُد گئے - بعد ازاں خواہش کی کہ ہمارا سارا پریوار ایک آنکھ سے اندھا ہو جائے - پڑوسیوں کی دونو آنکھیں ہی جاتی

نہیں۔ صبح ہوئی۔ باہر جانیکی ضرورت پڑی۔ اِنکی تو ایک آنکھ تھی۔ بچ کر نکل گئے۔ مگر پڑوسی بیچارے دونو آنکھ سے اندھے کنووں میں گر گر کر ہلاک ہو گئے۔ پڑوسیونکی یہ دشا دیکھ کر برہمن پتنی سے بولا کہ دیکھا تیری بیوقوفی کے نتیجہ کو کس عقلمندی اور حکمت سے اِسقدر جلدی بدل ڈالا ہے۔ اس برہمن کا انجام کیا ہوا۔ اِس کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ مقصد اِس کتھا سے یہ ہے کہ بعض پرش دوسروں کو سکھی نہیں دیکھ سکتے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو ہانی پہنچانیکی چنتا اور چیشٹا میں وہ اپنے جیون کو نہایت دکھی بنا لیتے ہیں۔ سکھی پرشوں کیساتھ یوگ شاستر انوسار مترتا کا بھاو رکھتے ہوئے ہم اُن سے سکھ کی توقع رکھ سکتے ہیں جیسا کہ ایک فارسی کے شاعر نے کہا ہے:۔

درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد
نہالِ دشمنی برکن کہ رنجِ بے شمار آرد

ارتھات مِترتا کے برکھش کی پرورش کر جو دلکی مُراد کو پورا کرتا ہے۔ اور دشمنی کے پودے کو اکھاڑ جو بہت سے دکھ پیدا کرتا ہے۔

اہنسا برت کا دوسرا سادھن دین دُکھیوں پر دیا کرنا ہے - دیا دُکھی پرش کے دُکھ کو نوارن کرتی ہے - اور ہمارے اندر اہنسا کے جذبہ کو تیز کرکے جیون کو پوتر اور اوچیہ بناتی ہے - سچ پوچھو تو سوسائٹی کا قیام ہی بہت حد تک دیا پر منحصر رکھتا ہے - یتیموں - بیکسوں اور بیواؤں کی رکھشا دیا سے ہی ہو سکتی ہے جبکہ دل ایک دُکھی کو دیکھ کر نہیں پسیجتا وہ انسان نہیں پشو ہے پرماتما انہی سے پیار کرتا ہے جو سنسار میں دُکھی جیووں پر دیا کرتے ہیں اور پرماتما کی مخلوق سے پیار کرتے ہیں -

جو محتاج و بیکس کے حاجت روا ہیں ؛ محبت میں مخلوق کی مبتلا ہیں

جو جاندار سے عشق رکھتے ہیں صوفی ؛ حقیقت میں وہ عاشقِ کبریا ہیں

ابو بن ادہم کی نسبت مشہور ہے کہ ایک رات بیٹھے بیٹھے انہیں ایک فرشتہ نظر آیا جسکے ہاتھ میں ایک کتاب تھی - ابو بن ادھم نے اُس سے پوچھا کہ آپکے ہاتھ میں کیا ہے - فرشتہ نے جواب دیا یہ وہ کتاب ہے جسمیں ان لوگوں کے نام ہیں جو خدا سے محبت کرتے ہیں - پوچھا اسمیں میرا نام بھی ہے - کہا نہیں - ابو نے کہا تو میرا نام اُن میں لکھ لیں جو خدا کی مخلوق سے پیار کرتے ہیں - دوسرے دن وہی فرشتہ نظر آیا اب اُس کے ہاتھ کوئی دوسری کتاب تھی - ابو کے دریافت کرنے پر فرشتہ

نے کہا کہ اِس کتاب میں اُن لوگوں کے نام ہیں جن سے خدا پیار کرتا ہے۔ ابو
نے پوچھا کیا اسمیں میرا نام ہے۔ فرشتہ نے جواب دیا۔ تمہارا نام سب
سے اول ہے مقصد اِس داستان سے یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے
بموجب خدا کی لاکھ پرستش کریں اور اُسکی عبادت اور محبت کے دعویدار
ہوں۔ اگر اُنکی پرستش اور پوجا پاٹھ انہیں خلقِ خدا سے دُور لیجاتی ہے اور
وہ دُوسروں کے لیے مُوجبِ راحت ہونیکی بجائے دُکھ کا کارن ہوتے ہیں۔ تو
خدا اُن سے پیار نہیں کرتا۔ وہ اُنہی کو ابو بن ادھم کیطرح عزیز رکھتا ہے
جو اُسکی خلقت سے پیار کرتے ہیں۔ حضرت عمر کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک
دفعہ وُہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام پر پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت
نے چولہے پر کچھ چڑھا رکھا ہے اور بچّے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ دریافت
کرنے پر عورت بولی کہ بچے بھوکے ہیں۔ کھانے کو کچھ نہیں اِن کے بہلانے کیلئے
خالی ہانڈی میں پانی ڈال نیچے آگ سلگا دی ہے۔ حضرت عمر اسی وقت
اُٹھے۔ مدینہ جا کر وہاں سے سامان رسد لے واپس اسجگہ پہنچے اور
خود چولہا پھونکنے لگے۔ کھانا تیار ہوا۔ بچوں نے کھایا۔ عورت نے کہا

خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ دراصل عمر کی بجائے تم امیر المومنین ہونے کے
قابل ہو۔ ایک اور موقعہ پر یہ رات کیوقت گشت کر رہے تھے ایک بدو
اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس سے باتیں کرنے لگے۔ خیمہ سے
رونے کی آواز آئی۔ دریافت کیا۔ بدّو نے کہا کہ میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا
ہے۔ حضرت عمر فوراً اُٹھے گھر آئے اور اپنی بیوی کو خدمت کیواسطے ساتھ لیکر
بدّو کے خیمے میں پہنچے۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ حضرت کی بیوی نے
اندر سے کہا امیر المومنین اپنے دوست کو لڑکے کی پیدائش پر مبارک باد
دیں۔ یہ الفاظ سُنکر بدّو چونک پڑا۔ حضرت عمر نے کہا اس بات کا خیال
نہ کر۔ آکر دوسرے دن سے بچہ کی تنخواہ مقرر کر دی۔ دُکھی جیوروں پر دیا کے متعلق
مائی رابعہ کا ایک قصہ مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بڑھیا حج پر جا رہی تھی
رستہ میں سڑک سے ایک طرف ایک کنواں دکھائی دیا۔ جسکے اردگرد ایک
پیاسا کتا چکر لگا رہا تھا۔ فوراً اسطرف گئی۔ اتفاق سے کنوئیں پر کوئی ڈول
نہیں تھا۔ بوڑھی مائی رابعہ نے پتوں کا ایک ڈونا سا بنایا۔ رسی کی جگہ اپنا
دوپٹہ کو پھاڑا۔ اور ڈونہ اس سے باندھ کر نیچے لٹکایا۔ مگر وہ پانی تک

نہ پہنچ سکا۔ ایک فٹ رسی کی کمی رہ گئی۔ مائی رالعبہ نے اس نقص کو پورا کرنے کے لئے اپنے لمبے بال کاٹے۔ پانی نکالا۔ اور پیاسے کتے کو پلا کر اسے شانت کر حج کے لئے آگے چلی۔ مگر ضعیف العمری اور رستہ میں کنوئیں پر دیر ہو جانیکی وجہ سے ٹھیک حج کے موقعہ پر نہ پہنچ سکی۔ حاجی رستہ میں واپس آتے ہوئے اُسے ملے۔ مائی رالعبہ نے ایک دوسے پوچھا کہ کس کا حج قبول ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سُننے میں آیا ہے کہ مائی رالعبہ کا حج قبول ہوا ہے وہ حیران رہ گئی۔ ابھی منزلِ مقصود تک پہنچی نہ تھی کہ حج قبول ہو گیا۔ شیخ سعدی لکھتے ہیں:۔

شُنیدم کہ مردے براہ حجاز ÷ بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز
یکے ہاتف از غیب آواز داد ÷ کہ اے نیک مردِ مبارک نہاد
باحسانے آسودہ کردن دِلے ÷ بہ از الف رکعت بہر منزلے

ارتھات میں نے سُنا کہ ایک شخص حج کے رستہ میں ہر قدم پر دو رکعت نماز کی ادا کرتا تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے نیک مرد کسی دکھی پر احسان کرکے

اُسکے دِل کو تسکین دینا ہر منزل پہ ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے۔ اسی اصول کی تائید میں ایک اور جگہ پر کہا ہے ؎

دِل بدست آور کہ حجِ اکبر است ٭ از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است
دِل گذرگاہِ جلیلِ اکبر است ٭ کعبہ بنگاہِ خلیلِ آذر است

ارتھات محبت سے دوسروں کے دل کو قابو کرو۔ ایک دِل ہزار کعبہ سے بہتر ہے۔ دِل پرماتما کے رہنے کی جگہ ہے۔ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے رہنے کا مقام ہے۔

مبارک ہیں وُہ ہستیاں جو ہر وقت محتاج اور بیکسوں کا دُکھ دُور کرنے میں کوشاں رہتی ہیں۔

چو بینی یتیمے پراگندہ پیش
مدہ بوسہ بر روئے فرزندِ خویش

خرابی کند شیر و شمشیر زن
نہ چنداں کہ دُودِ دلِ طفل و زن

ارتھات اگر تم کسی یتیم بچے کو اُداس دیکھو تو اپنے بچے کو پیار نہ کرو جبتک

یتیم کا دکھ نہ دور کر لو۔ دنیا میں درندے جانور اور شمشیر زن نقصان پہنچاتے ہیں۔ مگر یتیم بچوں اور بیکس عورتوں کی آہ کا دھواں ان سے بڑھکر نقصان کا موجب ہوتا ہے۔

بھارت ورش میں کتنے غریب ہیں جنکے پاس رہنے کے لئے مکان نہیں۔ رات باہر سڑک پر کٹتی ہے۔ جنہیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اور جن کے بدن پر کپڑا نہیں۔ بائبل میں مذکور ہے کہ جن یتیموں کو ہم دھتکارتے ہیں۔ اُن کے سامنے روزِ حساب شرمندہ ہونا پڑیگا جب کہ وہ ہمیں بارگاہِ الٰہی میں مخاطب ہو کر کہیں گے:۔ "میں بھوکا تھا اور تم نے میری پرورش نہ کی۔ میں ننگا تھا۔ تم نے مجھے بستر نہ دیا۔ میرے پاس رہنے کیلئے جھونپڑی نہ تھی اور تم نے مجھے پناہ نہ دی"

جنکے دل میں درد ہوتا ہے وہ دوسروں کے دکھ کو نہیں دیکھ سکتے۔

عباسیہ خاندان کے بادشاہ عبد العزیز کے فرزند کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ایک موقعہ پر اُس کے راجیہ میں سخت قحط پڑا۔ جہاں سلطنت کی طرف سے اکال سے پیڑت لوگوں کی امداد کا انتظام کیا گیا۔ وہاں شاہزادہ نے اپنی انگوٹھی

کا بیش بہا نگینہ فروخت کر کے کُل روپیہ بھوکوں کی امداد کے لئے دیدیا۔ باپ نے اعتراض کیا اور کہا کہ ایسا نگینہ کمیاب ہے تم نے بیچنے میں سخت غلطی کی ہے شاہزادے نے فوراً جواب دیا:۔

مرا باید انگشتری بے نگیں
نشاید دلِ خلق اندوہ گیں

ارتھات میری انگوٹھی نگینہ کے بغیر اچھی ہے۔ میں لوگوں کے دِلوں کو دکھی نہیں دیکھ سکتا۔

اہنسا برت کا تیسرا سنہری اصول ہنیہ آتما اور نیک پرشوں کو دیکھ کر پرسن ہونا اور اُن کے نیک کاموں اور اُتم بھاؤ کو سراہنا ہے بسا اوقات ایسے لوگ دیکھنے میں آتے ہیں جو دوسروں کے حق میں نیکی نہ کرتے ہوئے نیک لوگوں کے کام میں بیجا نکتہ چینی کرتے اور اُن کے سدِراہ ہوتے ہیں۔ کسی کی تعریف سُنکر اُن کا دِل جلتا ہے اور وہ کسی نہ کسی طریق پر اُسے بدنام کرنیکی کوشش کرتے ہیں پبلک میں بے جا نکتہ چینی کرنا اور حکام کو گمنام عرضی کا بات بھیجنا اُن کا شیوہ ہوتا ہے۔ ایسے

اُنہیں کچھ فائدہ ہو یا نہو دوسروں کو بدنام کرنا اُن کا فرض مقدم ہوتا ہے
بہرتری ہری لکھتے ہیں کہ ہمیں سنسار میں چار قسم کے لوگ دیکھنے میں آتے ہیں
اوّل وہ نیک اور پراُپکاری لوگ جو سوارتھ کا خیال نہ رکھتے ہوئے
دوسروں کی بھلائی میں لگے ہوئے ہیں۔ دوم درمیانہ درجہ کے لوگ جو اپنے
مفاد اور ترقی کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کی امداد کرتے ہیں۔ تیسرے
وُہ خود غرض طبقہ جو بعض اوقات اپنے فائدہ کی خاطر دوسروں کا نقصان
کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ مگر چوتھے ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو اپنا
فائدہ ہو یا نہو خواہ مخواہ دوسروں کی برائی میں تنت پر ہیں۔ ایسے لوگوں کیواسطے
ہمارے پاس کوئی نام نہیں بھلے پرشوں اور نیکیوں کو دیکھ کر پرسن ہونا نیک
راہ پر چلنے کی پہلی شرط ہے۔ جو شخص نیکیوں کو پسند نہیں کرتا وُہ خود کبھی نیک
بن ہی نہیں سکتا۔ بھگت تلسی داس جی کہتے ہیں کہ نیک لوگ دوسروں کے
گنوں کو سُنکر بہت پرسن ہوتے ہیں۔ اور اپنی پرشنسا سُنتے ہوئے اُنہیں ایک
پرکار کی لجا سی محسوس ہوتی ہے۔

قوموں کے اتہاس میں صدہا اس قسم کی مثالیں ہیں کہ کئی لوگ

اپنی جہالت کیوجہ سے مہاتماؤں کا اُنکی زندگی میں اپمان کرتے رہے ۔
حضرت عیسٰی کو صلیب پر چڑھایا ۔ حضرت محمدؐ صاحب نے تنگ آکر ہجرت کی ۔ سقراط
کو زہر کا پیالہ دیا گیا ۔ سوامی دیانند سرسوتی کو لوگ عیسائیوں کا مشنری کہتے
رہے اور اُن کے نیک کام کی نِندا کی ۔ یہانتک کہ انجام کار ایسی پاک اور پوِتر
ہستی کا قبل از وقت زہر سے خاتمہ کر دیا ۔ کسی نیک آدمی سے اختلاف
رائے رکھنا اور بات ہے مگر اُسکے نیک کام میں سدِّ راہ ہونا اور اُسے بدنام کرنا
اپنی خُبث باطنی کا ثبوت دینا ہے ۔

اہنسا برت کے سلسلے میں چوتھا اور آخری اصول پتنیہ سے پتت
پرشوں کے سمبندھ میں اُنکی کمزوری یا نقائص پر زیادہ دھیان نہ دیتے ہوئے
اُن کیساتھ نفرت کرنیسے بچے رہنا ہے ۔ اِس سے یہ غرض ہرگز نہیں کہ ہم ان کے
جیون میں نقائص کو پسند کریں جس سے اُن میں کمزوریوں کے بڑھنے کا امکان
ہو ۔ بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کے جیون میں کوئی نقص ہو تو ہم نامناسب
طور پر اُسکی اِس حد تک مذمت اور اُس سے اسقدر نفرت نہ کریں کہ وہ بالکل
منحرف ہو کر سوسائٹی کی پرواہ ہی نہ کرے اور اصلاح کی اُمید ہی منقطع ہو جائے

جائز اور مناسب نکتہ چینی جو نیک نیتی پر مبنی ہو بُری نہیں۔ مگر بے جا اور حد سے زیادہ نکتہ چینی قابل اعتراض ہے۔ سو سائٹی میں دونوں طرح کا نقص موجود ہے۔ کہیں تو دولتمندوں میں صدہا نقص دیکھتے ہوئے ہم بالکل خاموش رہتے ہیں۔ اور کہیں تھوڑے سے نقص پر اتنا واویلا مچاتے ہیں کہ آخر اُس بیچی کو اپنے حلقہ سے باہر نکال کر دم لیتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم دوسروں کی بے جا نکتہ چینی سے باز رہ سکیں تو اپنے جیون پر نظر ڈالنی چاہیئے اور نیک نیتی سے دیکھنا چاہیئے کہ ہم خود کہاں تک اُس نقص سے مُبرا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک موقعہ پر لوگ کسی عورت کو زناکاری کے جُرم میں سنگسار کرنے کے لیئے جمع تھے۔ اتفاق سے حضرت عیسیٰ مسیح وہاں پر پہنچے۔ اُنہوں نے سب ماجرا دریافت کرنے کے بعد اُن سے کہا کہ اگر تم ایسا کرنے سے رُک نہیں سکتے۔ تو تم میں سے وُہ پتھر ماریں جو خود اِس گناہ سے بالکل مبرا ہوں۔ یہ سُنکر لوگ آہستہ آہستہ وہاں سے چلنے شروع ہوئے اور عورت اِس بے رحمی کی موت سے بچ گئی۔ ہم بعض اوقات دوسرے کے نقص کو دیکھ کر اتنی نفرت ظاہر کرتے ہیں گویا ہم بالکل پاک ہیں مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہی نقص ہم میں بدتر حالت میں ہوتا ہے۔ پہلے اپنے آپ کو

پاک کرو۔ اور پھر نیک نیتی سے سوسائٹی میں اصلاح کی خاطر دوسروں کی بجا اور مناسب نکتہ چینی کرو۔ دوسروں کی معمولی کمزوری کو بہت بڑھا کر دکھانا اور اپنی بڑی بڑی کمزوریوں کی پرواہ نہ کرنا یا بالفاظ دیگر دوسروں کی آنکھ میں تنکا تک نہ سہار سکنا اور اپنی آنکھ میں شہتیر تک کی پرواہ نہ کرنا۔ ایک قسم کا کمینہ پن ہے۔ ایسا شخص کبھی اہنسا کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ بے جا اور نامناسب نکتہ چینی آتم اونتی کے رستہ میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ مولانا روم کہتے ہیں:۔

چار ہندو در یکے مسجد شدند ؛ بہرِ طاعت راکع و مساجد شدند

مؤذن آمد زآں یکے لفظے بجست ؛ کاے مؤذن بانگ کردی وقت ہست

گفت آں ہندوے دیگر از نیاز ؛ ہیں سخن گفتی و باطل شد نماز

آں سوم گفت آں دوم را کاے عمو ؛ چہ زنی طعنہ باو خود را بگو

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من ؛ در نیفتادم بچاہ چوں ایں سہ تن

پس نماز ہر چہاراں شد تباہ ؛ عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ

ایک دفعہ چار ہندو ارتہات اسلام سے بے بہرہ مسلمان ایک مسجد میں

گئے اور نماز کے لئے سجدہ کرنے لگے - مُلّا آیا - اُنمیں سے ایک نے کہا آ
موذن بانگ دی ہے - وقت ہوگیا ہے - دوسرے نے کہا دیکھ بات
کرنیسے نماز باطل ہو جاتی ہے - تیسرے نے کہا اے عمو تو اُسے کیا طعنہ دیتا
ہے اپنی طرف دیکھ (تو بھی تو بات کر رہا ہے) چوتھے نے کہا شکر ہے
خدا کا کہ میں انکی طرح چاہ میں نہیں گرا یعنی میں بات کرنے سے بچا رہا - اِسطرح
باری باری بات کرنیسے سبکی نماز قضا ہو گئی - دوسروں کی عیب جوئی کرنیوالے
خود اصل راہ کو کھو بیٹھتے ہیں -

بابا فرید کہتے ہیں :-

فریدا جے توں عقل لطیف ہیں تے کالے لکھ نہ لیکھ
آپنڑے گریباں وچ سر نیواں کر . . . . . . دیکھ

دوسرونکی نقص بینی سے پیشتر اپنے جیون پر نظر ڈالو تاکہ تم دوسروں کی
بے جا دل آزاری سے بچے رہو - کبھی کبھی کسی کی کمزوری پر پردہ ڈالنا برائی فاش کرنیکی
نسبت بہتر ہوتا ہے - جیسا کہ کہا ہے :-

پردہ پوشی دامنِ آلودگان را لازم است - چاک در دامنِ یوسف چہ

محتاج رفو ہست۔ جنکا دامن آلودہ ہے اور تھانت جنکے جیون میں کچھ نقص ہے۔ انکی ہی پردہ پوشی کی ہمیں ضرورت ہے۔ جنکا جیون پوتر ہے۔ وہ ہماری پردہ پوشی کے محتاج نہیں۔

مذکورہ بالا چار سادھن اہنسا برت کے لئے ضروری ہیں۔ اور اِن سے صاف عیاں ہے کہ اہنسا محض دوسرونکی دل آزاری سے بچے رہنے میں ہی نہیں۔ بلکہ دوسروں کے دکھ نوارن کرنمیں ہمیشہ تت پر رہنا بھی ضروری ہے۔ اہنسا من کی کرہیارہت حالت نہیں بلکہ کریا یکت اوستھا ہے۔ جو اِس برت کو دھارن کرتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ دوسرے یموں اور نیموں کا پالن کرتے ہیں۔ وہ جلدی ہی منشیہ جیون کے اُدیش کو پورا کرنیکے قابل ہو جاتے ہیں

ستیہ - راستی

اہنسا کے بعد دوسرا یم ستیہ ارتھات سچائی ہے۔ پانچوں یم مہابرت کہلاتے ہیں اسلئے سچائی بھی مہابرت ہے اور ہمارے آچرن کا سب سے اعلیٰ انگ یا جزو اعظم ہے۔ جن پرش کے جیون میں ستیہ پردھان ہوتا ہے وہ سرو دتھا۔ نشپاپ نربھو اور بیخوف ہوتا ہے - اُسکا اپنے اندریہ اور من پر قابو ہوتا اور اُس کا آچار اور بیوہار سرودا پوتر رہتا ہے اور اُچت رہتا ہے۔ کبھی اُس سے کوئی انوچت کریا نہیں ہو سکتی۔ آتم بل کی پراپتی کا سرو اُتم سادھن ستیہ ہی ہے - کین اوپنشد کا واکیہ ہے तस्या सत्यमायतनम् ارتھات اُس آتما کے رہنے کا ستھان ستیہ ہے - جو پرش آتما سے سنیوگ کرنا چاہے وہ ستیہ روپی مندر میں اُس سے مل سکتا ہے - اسی بھاو کو منڈک اوپنشد میں सत्येन लभ्यस्तपसा ह्येष आत्मा کے شبدوں میں پرگٹ کیا ہے ارتھات یہ آتما ستیہ اور تپ سے پراپت ہو سکتا ایک کوی کا بچن ہے -

सत्य रूपं परं ब्रह्म सत्यंहि परमं तप:
सत्य मूला क्रया सर्वा सत्यात्परतर नहि

ستیہ ہی پر برہم ہے - ستیہ ہی سب سے بڑا تپ ہے - ستیہ کے آدھین سب
کریائیں ہیں - اس لئے ستیہ سے بڑھ کر کوئی شکتی نہیں - یوگ شاستر میں
ایسی بچاؤ کو -

सत्य प्रतिष्ठायां क्रियाफला श्रयत्वं ।

سے ظاہر کیا ہے ارتھات ستیہ کی پرتشٹھا میں سب کریاؤں کی سدھی ہے -
سچے پرش کو ہر بات میں کامیابی ہوتی ہے - "سانچ کو آنچ نہیں" سب
لوگ جانتے ہیں - دنیا میں ہمیشہ ستیہ کی ہی وجے ہوتی ہے -

مہابھارت میں ایک کتھا ہے کہ جس سمے پانچوں پانڈو بن باس میں
تھے - تو دریودھن نے اپنا ایک گپت چر (خفیہ آدمی) پانڈوؤں کے بھید لینے
کے لئے بن میں بھیجا - یہ شخص یدھشٹر سے ملا اور اُس سے سوال کیا کہ تم میں کوئی بھیشم
کے برابر بلوان ہے - یدھشٹر نے کہا - نہیں - پھر پوچھا کہ کیا تم میں کوئی درونا چاریہ
کے برابر شستر ودیا جاننے والا ہے - جواب ملا - نہیں - اس پر اُس کراتے نے کہا
پھر تم کس حوصلے پر دریودھن کا مقابلہ کر سکتے ہو - یدھشٹر نے جواب دیا - میں
جانتا ہوں کہ ہمارے درمیان بھیشم جیسا برہم چاری بلوان اور درونا چاریہ جیسا

شستر ودّیا کا دھنی کوئی نہیں۔ مگر چونکہ سچائی ہماری طرف ہے۔ اسلئے ہمیں کامل
اُمید ہے کہ پاپ اور جھوٹ کے مقابلہ میں راستی کی ضرور وجے ہوگی۔
ہمارے بزرگوں کو ستیہ پر اٹل وشواس تھا۔ ودّیا آرنبھ کرنے کے سمے برہم چاری کی
سب سے بڑی پرتگیا پرماتما سے ستیہ کیلئے ہوا کرتی تھی منو مہاراج نے دھرم کے جو
دس لکھشن بیان کئے ہیں۔ اُن میں ستیہ ایک پردھان انگ مانا گیا ہے۔
پاپوں سے چھوٹنے کا سب سے بڑا سادھن ستیہ ہے۔ ہندی کے ایک کوی نے
ستیہ کا ورنن بڑے سندر شبدوں میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔ ستیہ سرشٹی
کا سار ستیہ نربل کا بل ہے۔ ستیہ ستیہ ہے ستیہ نیتہ ہے اچل اٹل ہے
جیون سرس سرس مترورہی کمل ہے۔ مدھ مکرند شوبھش سوربھ نربل ہے
ستیہ کا وکاش ہمارے جیون میں تین پرکار سے ہوتا ہے
اوّل۔ بانی دوارا ہر ایک بھاؤ کو نیھار تھ روپ میں پرگٹ کرنا۔ ارتھات ستیہ بولنا
دوئم۔ پرتگیا کا پالن کرنا (ایفائے وعدہ)
سوئم۔ اپنے روزمرّہ کے کاروبار میں دُوسرے پرانیوں سے نیائے پوروک برتاؤ کرنا
ستیہ بولنا۔ دنیا میں اعتبار کے لائق وہی پُرش ہوتا ہے اور دوسروں پر اُسی کا
پربھاو پڑتا ہے جو بانی سے ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ جس وستو کو جیسے جانتا ہے ویسے

ہی زبان سے بیان کرتا ہے - یہ نہیں کہ من میں کچھ اور - اور زبان میں کچھ اور - در
کا کوئی اعتبار نہیں کرتا اور اُس کا دنیا میں سدا اپمان ہوتا ہے ؎

بجز راستی وہم مزن رہنما ؂ کہ کاذب بود خوار بے اعتبار

بسا اوقات ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنیکیلئے کئی اور جھوٹ بنانے پڑتے
پھر بھی بناوٹ ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی - عدالتوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جھوٹے گ
پر جب جرح کیجاتی ہے تو اُس کا پول کھل جاتا ہے - جھوٹ بولنے والیکا کوئی کبھی اعتبار
کر بھی لے تو محض اس خیال سے کہ شاید ہے اسوقت سچ بول رہا ہو - شیر آ
شیر آیا - دوڑنا - یہ کہانی ہم سبنے بچپن میں سنی ہوئی ہے - دو دفعہ تو گاؤں والوں
لڑکے کا اعتبار کیا - مگر تیسری دفعہ جب اتفاق سے سچ مچ شیر آگیا - تو کوئی مدد کیلئے
جس سے اس کو جھوٹ کی سزا مل گئی - سچ بولنے کی عادت انسان کو پاپ سے بچاتی
اور اگر کسی موقعہ پر اُس سے کوئی خطا سرزد ہو بھی جائے - تو سچائی کیوجہ سے اُسے کوئی ہانی نہیں
ہوتی - واشنگٹن کے متعلق مشہور ہے کہ ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ ایک مرتبہ باغ میں کھیلنے
اور وہاں نادانی سے دو چار پیڑ جو باپ نے بڑے شوق سے لگائے تھے - آری سے کاٹ
شام کیوقت باپ جب باغ میں گیا تو اُن پیڑوں کو اجڑا ہوا پایا - بڑا خفا ہوا اور بیٹے
دریافت کیا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے اِن پیڑوں کو کس نے کاٹا ہے - واشنگٹن

ایسا ایدیا، پتاجی۔ سچ پوچھتے ہو تو یہ میرا قصور ہے باپ بیٹے کے سچ بولنے پر
بہت پرسن ہوا اور اسکی خطا معاف کرکے بہت پیار کیا۔ یہ ہونہار لڑکا بڑا ہونے پر
امریکہ کی صوبجات متحدہ کو برطانیہ کی غلامی سے آزاد کرانیوالا اور اپنے دیش کا پہلا
پریذیڈنٹ یا بادشاہ بنا۔ ہمارے پرچین اتہاس میں ستیہ کی بڑی پرشنسا تھی۔ مہابھارت
کے یدھ کی ایک پرسدھ گھٹنا مہاراج یدھشٹر کے سمبندھ میں مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ درونا چاریہ
کو مارنے کے لیے جس نے پانڈوں کی سینا کے کئی یودھا مار ڈالے تھے بھگوان کرشن چندر
جی نے یہ تجویز کی کہ اگر کسی طرح ان پر یہ یقین ہو جائے کہ اسکا بیٹا اشوتھاما لڑائی میں مارا
جا چکا ہے تو اس صورت میں پتر کے ویوگ میں شوک آتر ہوا ہوا جیون سے نراش ہو کر
شستر چھوڑ دیگا۔ اور اسکا مارنا سہل ہو جائے گا۔ اس تجویز پر عمل کرنیکے لیے ایسے
آدمی کی تلاش ہوئی جسکی بات پر درونا چاریہ کو وشواس ہو سکے۔ کیونکہ سادھارن
آدمی کی بات پر درونا چاریہ کب وشواس کرنیوالے تھے۔ کافی وچار کے بعد نظر
یدھشٹر پر پڑی۔ کہ اگر یہ کہدیں اشوتھاما مارا گیا تو کام بن سکتا ہے۔ یدھشٹر نے کہا
کہ میں ستیہ وادی ہوتا ہوا کس طرح اسنتیہ کہہ سکتا ہوں۔ چنانچہ انکے انکار کرنے پر اشوتھاما
نام کا ایک ہاتھی مارا گیا۔ اور یدھشٹر سے کہا گیا کہ اب تم کہہ سکتے ہو اشوتھاما مارا گیا۔
اس پر بھی یدھشٹر کو جرأت اسکے کہنیکی نہ ہوئی مگر بالآخر دباؤ میں آ گئے۔ اور انہوں نے باواز بلند

کہا کہ اشوتہاما مارا گیا۔ اسپر درونا چاریہ نے دریافت کیا۔ آدمی یا ہاتھی۔ بدھشٹر نے کہا۔ اشوتھاما مارا ہاتھی۔ یہ محض ایک چال تھی۔ کیونکہ جسوقت بدھشٹر کی زبان سے ہاتھی شبد نکلا۔ سینا نے کولاہل شروع کردیا۔ اور اس شور وغل میں گم ہوکر ہاتھی شبد درونا چاریہ کے کان میں نہیں پہنچ سکا۔ اُس نے دوبارہ سہ بارہ دریافت کیا۔ مگر کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ شستر چھوڑ کر بیٹھ گیا۔ اور ارجن کے تیروں سے ہلاک ہوا۔ بظاہر جو کچھ بدھشٹر نے کہا سچ تھا۔ مگر ہیرا پھیری کیوجہ سے اسے خالص سچ نہیں کہہ سکتے۔ اسلئے مرتیو کے بعد اُسے اسکا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ بدھشٹر کے مثنیہ برتی ہونیکی شہادت خود درونا چاریہ کے پتر اشوتھاما کے شبدوں میں ملتی ہے۔ جب پتر کو پتا کے اسطرح دھوکے سے مارا جانیکا حال معلوم ہوا تو اُس نے بدھشٹر کے فعل پر شوک ظاہر کرتے ہوئے کہا

आजन्मनो न वितथं भवता किलोक्तं न द्वेक्षि यज्जनमत स्त्वमजातशत्रुः।
तातं गुरौ द्विज वेट सम भाग्य दोषात सर्वतदेक पद राव

ارتھات تو نے جنم سے جھوٹ نہیں بولا۔ نہ ہی تجھے کسی سے دویش ہے۔ کیونکہ جنم ہی تو شترو گتا (دشمنی) سے رہت ہے۔ مگر میری بدنصیبی کیوجہ یہ سب صفت پتا کے سمبندھ جو گورو اور دوجوں میں شرلیسٹ ہیں یکبار جاتی رہی۔

ستیہ بولنے میں اس بات کا خیال رہے کہ جتنے الوسع دوسرے کا دکھی نہو۔

منو مہاراج کہتے ہیں کہ ستیہ بولے مگر میٹھا بولے۔

کٹھور شبد نہوں - ایسا بھی ہرگز نہ ہو کہ شبد تو میٹھے ہوں مگر اُن میں سچائی جاتی رہے - بعض اوقات اِس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سچ بولنے میں بڑی کٹھنائی ہوتی ہے - جسوقت رام چندر جی بن میں داخل ہونے وقت اپنے ساتھی سُمنتر کو وداع کرتے ہیں - تو وہ واپس ایودھیا جانیسے انکار کرتا ہے اور رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے -

अहं किञ्चापि वदयामि देवी तव सुतो मया
नीतो सै मातुल कुलं संतापं मा कृथा इति

اے رام! کیا میں کوشلیا سے جاکر یہ کہوں کہ میں کیتر کو ننکے چھوڑ آیا ہوں تو کسی بات کی چنتا نہ کر - یہ سراسر جھوٹ ہے اور دھرم کے وِردھ ہے - اگر میں سچ کہتا ہوں کہ رام کو بن میں چھوڑ آیا ہوں تو اِس کٹھور ستیہ سے ماتا کوشلیا کو کشٹ ضرور ہوگا - اسلئے میں کسطرح واپس جاؤں - اِسی طرح کی ایک اور گھٹنا بیان کیجاتی ہے -

کہتے ہیں ایک جنگل میں ایک سادھو اپنی کٹیا میں بیٹھا تھا - سامنے سے ایک گائے دوڑتی ہوئی جنگل کی ایک طرف کو نکل گئی - کچھ دیر بعد ایک شکاری پیچھے سے آیا اور پوچھا کہ اِسطرف سے کوئی گائے گئی ہے - اب سادھو سنکٹ میں پڑ گیا اگر کہے گئی ہے تو گو ہتیا کے پاپ کا کسی قدر بھاگی بنتا ہے - اور اگر کہے نہیں گئی تو سراسر جھوٹ ہے

پس تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وہ کہتا ہے

या पश्यति नसा ब्रूते या ब्रूते नसा पश्यति

किं स्वार्थ रतो व्याध मां प्रच्छसि पुनः पुनः

ارتھات کبیر کے جس انگ (آنکھ) میں دیکھنے کی شکتی ہے۔ وہ بول نہیں سکتی۔ اور جو (زبان) بول سکتی ہے اُس نے دیکھا نہیں۔ اسلئے اے خود غرض شکاری اس کے متعلق کیوں مجھ سے بار بار پوچھتا ہے۔ کبیر کے متعلق ایک کہانی ہے کہ ایک مرتبہ یہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے روئی دُھن رہے تھے کہ ایک چور جسکا پیچھا پولیس کے سپاہی کر رہے تھے بھاگ کر انکی کوٹھڑی میں آگھسا اور التجا کی کہ کسیطرح میری رکھشا کرو۔ کبیر جی نے کہا میں تمہیں کسطرح بچا سکتا ہوں۔ یہی جگہ ہے اگر چاہتے ہو تو اس روئی کے نیچے لیٹ جاؤ۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اوپر سے کبیر جی روئی دُھننے لگے۔ اتنے میں سپاہی بھی آپہنچے۔ اور کبیر جی سے کہا کہ اسطرف ایک آدمی آیا تھا وہ کہاں ہے۔ کبیر نے کہا کہ روئی کے نیچے اس جواب پر کئی سپاہی کھل کھلا کر ہنس پڑے وہ سمجھے کبیر جی مذاق کر رہے ہیں۔ اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگے کہ ہم نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ یہاں چور کیواسطے کونسی پناہ کی جگہ ہے۔ فضول ادھر آنے میں وقت ضائع کیا۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلدیئے۔ اُن کے چلے جانیکے بعد چور بھی روئی کے نیچے سے نکلا اور کبیر جی سے کہنے لگا کہ واہ آپ تو مجھے پکڑوانے ہی لگے تھے۔ کبیر جی نے جواب

کہ ستیہ ہی کی وجہ سے تو وُہ بچ گیا ہے۔ ورنہ ممکن تھا گرفتار کیا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مہاتما
سدا ستیہ اور جھوٹ سے نفرت کرتے ہیں۔ اپنشدوں میں کام جابال رشی کی کتھا ہے۔
چھاندوگیہ اوپنشد میں لکھا ہے کہ گوتم رشی کے پاس ایک بالک ودیا حاصل کرنیکے لئے گیا
رشی نے اُس کا گوتر (پتا کا ونش) دریافت کیا۔ بالک نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں رشی نے
کہا جاؤ اپنی ماتا سے دریافت کر کے آؤ۔ لڑکا گیا اور ماتا سے اپنے گوتر کے متعلق پرشن کیا۔
ماتا پہلے چپ رہی۔ آخر پتر کے اصرار کرنے سے کہا کہ جوانی میں میں آچرن سے پتت تھی اسلئے میں
اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔ بالک گیا اور رشی سے ویسا ہی کہہ دیا۔ اُس نے اس
بات کی پرواہ نہیں کی کہ دوسرے برہمچاری مجھے گھرنا اور نفرت کی درشٹی سے دیکھینگے۔ جو کچھ سچ تھا
کم و کاست کہہ دیا۔ رشی اس بات سے بہت پرسن ہوا۔ اُسے بڑی خوشی سے پاٹھ شالا میں
داخل کیا۔ یہی بالک ودیا سماپت کرنے پر سدھ رشی ستیہ کام جابال کے نام سے مشہور ہوا
کیونکہ ستیہ کام کی ماں کا نام جبالا تھا۔

پرتگیا پالن۔ ستیہ کا دوسرا انگ پرتگیا پالن ہے ارتھات پرش اپنی زبان سے جس بات
کے کرنے کا وعدہ یا اقرار کرے اُسے ہر صورت میں پورا کرے۔ کٹھنائی اور کشٹ کی پرواہ نہ کرے
مہا پرشوں کی زبان سے جو شبد نکلتے ہیں اٹل ہوتے ہیں جیسا کہ کہا ہے:۔

सद्भिः लीलया प्रोक्तं शिला लिखित मिवाक्षरम्
असद्भिः शपथेनापि जले लिखित मिवाक्षरम् ॥

مہاتماؤں کی زبان سے ہنسی اور کھیل میں نکلا ہوا شبد بھی پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے اور

درجنوں کی زبان سے سوگند کے ساتھ نکلا ہوا شبد جل پر لکھے ہوئے کی مانند ہے۔ وشوامتر رشی جب یگیہ رکھشا کیلئے رام اور لکشمن کو لینے کیلئے راجہ دشرتھ کے دربار میں آتے ہیں۔ اور راجہ بڑے آدر اور ستکار سے انکی خواہش دریافت کرتے ہیں تاکہ پورن کیجائے۔ وشوامتر اپنے آنیکا مقصد بیان کرتے ہیں۔ راجہ رام اور لکشمن کا نام سنکر گھبراتے ہیں اور رشی سے کہتے ہیں بھگون! یہ ابھی بالک ہیں۔ یہ کیا یگیہ کی حفاظت کرینگے۔ آپ سینا اور یدھ کا اور سامان لیجا سکتے ہیں۔ اسوقت کل پروہت وشسٹ رشی پاس بیٹھے تھے۔ راجہ کو ٹال مٹول کرتے دیکھ فوراً بول اٹھے۔

पूर्वमर्थं प्रतिश्रुत्य प्रतिज्ञा हातुमिच्छसि
राघवानामयुक्तोऽयं कुलस्यास्य विपर्यय:

اے راجہ پہلے وعدہ کر کے اب منحرف ہونا چاہتا ہے یہ بات رگھو خاندان کی شان سے بعید اور انکی ریت کے برعکس ہے۔ اسی بھاو کو گوسائیں تلسی داس جی نے ہندی کے سندر شبدوں میں ورنن کیا ہے رگھوکل ریت سدا چلی آئی۔ پران جائیں پر بچن نہ جائی۔ اسیطرح رام چندر جی جب ماتا کیکئی سے پتا کے مورچھت ہونیکا کارن دریافت کرتے ہیں تو اسے شک ہو جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہیں بن باس کا نام سنکر گھبرا جائیں۔ تو وہ اسکی پریکشا کے لئے کہتی ہے کہ میں تمہیں یہ اس صورت میں بتا سکتی ہوں کہ تم اس بات کا وعدہ کرو کہ تم آگیا کا پالن کرو گے۔ تو رام فوراً کہتے ہیں کہ میں آگیا پالن کی پرتگیا کرتا ہوں۔ رام ایک بات کو دوسری مرتبہ نہیں دہراتا۔ چھوٹے بھائیوں کی موت پر جب بھیشم کو راجیہ اور گرہستھ کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ زندگی بھر برہمچاری رہنے کی پرتگیا کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

میں ترلوکی اور دیوتاؤں کے راجیہ یا اِن سے بھی بڑھ کر سمپتّی کو چھوڑ سکتا ہوں مگر ستیہ کا کسی صورت
میں پری تیاگ نہیں کر سکتا۔ راجہ ہرِیشچندر نے اپنا راج پاٹ۔ گھر بار اور استری پتر سب کچھ تیاگ
دیا۔ مگر اپنے ستیہ بچن سے پیچھے نہیں ہٹا۔ رامائن اور مہابھارت میں بیسیوں ایسے اُداہرن ملتے
ہیں جہاں کسی نے ایک بار کوئی بات کہدی پتھر پر لکیر ہو گئی۔

انگریزوں میں ایک مہاپرش سر چارلس نیپیر ہوئے ہیں ایکدفعہ ایک جگہ میں سے گذر رہے تھے رستہ میں ایک چھوٹی لڑکی کو
روتے ہوئے دیکھا۔ کارن دریافت کرنے پر لڑکی نے کہا کہ میرا پیالہ ٹوٹ گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ گھر
جانے پر ماتا دنڈ دیگی۔ نیپیر نے کہا۔ مجھے کل اسی سمے یہاں ہی ملنا۔ میں تمہیں نیا پیالہ لادونگا۔ اپنی ماتا
سے کہہ دینا وہ تمہیں سزا نہیں دیگی۔ غریب لڑکی کی کسی قدر تسلی ہو گئی اور وہ گھر چلی گئی۔ اِدھر
جب نیپیر اپنے مکان پر واپس پہنچا۔ تو میز پر ایک نمنترن پتر پڑا پایا۔ جس میں انکو دیر کے بعد بدیش
سے لوٹتے ہوئے کسی متر کے سمبندھ میں دعوت پر مدعو کیا گیا تھا۔ نیپیر اس پرانے دوست سے ملنے کا
بہت خواہشمند تھا۔ مگر اتفاق سے اس دعوت کا وہی وقت تھا۔ جو اُس غریب لڑکی کے ملنے کا تھا
بڑی سوچ میں پڑ گئے آخر یہ کہتے ہوئے کہ چھوٹی لڑکی کو میں مایوس نہیں کر سکتا دعوت میں شامل ہونے سے معذرت لکھدی

اٹلی کے ایک نامی سردار ریگولیس کے متعلق کہا جاتا ہے
کہ جنگ کارتھیج میں ایک لڑائی میں یہ گرفتار ہو گئے۔ گو اٹلی کا پاسا زبردست تھا۔ مگر سردار کے
گرفتار ہو جانے پر روم والوں کو بڑا دکھ ہوا۔ دشمن نے اس گرفتاری سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ لگاتار
شکستوں سے کارتھیج والے بہت پست ہو چکے تھے۔ اسلئے انہوں نے ریگولس سے کہا کہ تم
ہمارے ایلچیوں کے ہمراہ اٹلی میں جاؤ اور اپنے دیش باسیوں کو صلح پر آمادہ کرو۔ اگر وہ مان جائیں

تو تم آزاد ہو۔ اپنے ملک میں وہاں ہی ٹھہر سکتے ہو۔ ورنہ تمہیں واپس یہاں آنا ہوگا۔ ریگولس اس شرط پر
ایلچیوں کے ساتھ اٹلی پہنچا۔ شہر میں بڑی خوشی ہوئی۔ متروں اور سمبندھیوں میں جان میں جان آگئی۔ دوپہر کے بعد
جنگ کے متعلق کارتھیج کے ایلچیوں کی موجودگی میں ایک کونسل ہوئی۔ کئی ممبر لڑائی جاری رکھنا
چاہتے تھے۔ اور بعض لڑائی کے برخلاف تھے۔ ریگولس کی رائے پوچھی گئی۔ اُس نے کہا ہماری فتح
بہت قریب ہے۔ لڑائی جاری رہنی چاہیئے۔ آخر فیصلہ لڑائی جاری رکھنے کے حق میں ہوا۔ جب
ایلچیوں کی رخصت کا وقت قریب آیا تو ریگولس بھی اُن کے ہمراہ چلنے کیلئے تیار ہو گیا۔ لوگوں نے کہا اب
کسی کی مجال نہیں کہ کوئی تمہیں ہمارے درمیان سے زبردستی لیجا سکے۔ ریگولس نے کہا۔ میں اپنا وعدہ توڑ
نہیں سکتا۔ متروں اور سمبندھیوں نے کہا کہ قیدی کی حیثیت میں جو وعدہ کیا جائے اسکا پورا کرنا لازمی
نہیں۔ ریگولس نے ایک نہ سُنی۔ واپس پہنچنے پر بڑی اذیت سے مارا گیا۔ جان دیدی مگر اقرار
سے پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ اسلئے پس مرگ بھی آجتک ریگولس کا نام زندہ ہے
شکشا کا تیسرا پرکار ہمارا روزمرہ کا ایکدوسرے کیساتھ بیوہار کرنا اور سلوک ہے۔ آپس
کے لین دین اور بیوہار میں دغا۔ فریب اور بددیانتی ایک پرکار کا جھوٹ ہے۔ خودغرض لوگ بعض
اوقات اپنا مطلب سیدھا کرنیکے لئے دوسروں کو دھوکا دینے کے کئی ڈھنگ نکال لیتے ہیں
وہ دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولا۔ پرنتو انکی ساری کریا استیہ ہوتی ہے۔ ایک
بوٹ فروش ڈیڑھ روپیہ کے جوتے کے اڑھائی روپیہ چارج کرتا ہے اور سوگند کھا کر کہتا ہے کہ میں نے محض قیمت
خرید پر دو آنہ منافع لیا ہے۔ اور اس منافع کا حساب یوں ہوتا ہے کہ جب کسی بڑی فرم سے دو ہزار کا مال
منگوایا وہ اپنی ہی بیوی یا رشتہ دار کے نام اڑھائی ہزار کو فروخت کردیا۔ اور پھر چند یوم بعد تین ہزار

کو لے لیا۔ یہ حساب کتاب محض کاغذی یا زبانی ہوتا ہے۔ اب وہ سوداگر اس مال کی خرید بجائے دو ہزار کے تین ہزار
اپنے دل میں سمجھتا ہے اس صورت میں ڈیڑھ روپے کے جوتے کی قیمت سوا دو روپیہ ہو جاتی ہے
اس پر معمولی منافعہ لگا کر خریدار کو اڑھائی روپیہ میں دیا جاتا ہے مگر یہ سارا بیوہار محض ہیرا پھیری اور
اور سراسر استیہ ہے۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے ایک شخص نے شادی کے موقعہ پر اپنے کسی رشتہ دار کو ایک
کمہار کے ہاتھ اکیاون (۵۱) گندوڑے بھیجے جنکا وزن قریباً دو من تھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔
کمہار کو جہاں کہیں کنواں ملتا وہ آرام لینے کیلئے بیٹھ جاتا اور پانی میں ایک گندوڑا ڈال دیتا۔
جب آدھے کے قریب کھانڈ گھل جاتی تو شربت پی لیتا۔ دو تین دن کے سفر میں گندوڑوں کا وزن
آدھا رہ گیا۔ منزل مقصود پر پہنچکر کمہار نے گندوڑے اپنے میزبان کے رشتہ دار کو بمعہ ایک
چٹھی دیدئے۔ رشتہ دار نے خط پڑھا۔ گندوڑوں کو دیکھ کر وزن کے متعلق شک ہوا
تول کر دیکھا تو وزن بجائے پچیس سیر کے پندرہ سیر نکلا۔ کمہار کو ودا کرتے وقت اُتر میں لکھ بھیجا
کہ گندوڑے پورے ہیں۔ مگر تول میں کم۔

ایکدفعہ ایک شخص نے کسی دودھ بیچنے والے سے دریافت کیا کہ کہیں دودھ میں پانی تو نہیں ملایا
اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کی سوگند کھا کر کہا۔ ہرگز نہیں۔ خریدار نے دودھ لیا۔ اور لیکر چلا گیا۔ اسکے
بعد گوجر کی استری نے کہا کہ تم نے بڑا اندھیر کیا۔ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے اور تم نے اسکی جھوٹی
سوگند کھائی ہے۔ کیا ہمارا دودھ خالص ہے۔ خاوند نے کہا میں نے یہ کب کہا ہے۔ کہ دودھ
خالص ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ دودھ میں پانی نہیں ملایا گیا۔ اور یہ بات سوا سولہ آنے سچ ہے
استری نے حیران ہو کر کہا کس طرح۔ خاوند نے جواب دیا تمہیں یاد ہے دودھ دوہنے سے پہلے برتن میں
پانی موجود تھا۔ اس میں دودھ دوہ کر ڈالا گیا۔ پس پانی میں

دُودھ ملایا گیا نہ کہ دُودھ میں پانی۔ تم خواہ مخواہ ڈرتی ہو۔ میری قسم سچی ہے کہ دُودھ میں پانی نہیں ملایا۔ اب اس لفظی ہیر پھیر کو کون سچ مان سکتا ہے۔ خود غرض لوگوں کی اپنی دغا فریب چھپانے کی یہ مختلف چالیں ہیں۔ ستیہ وہی ہے جو یتھارتھ ہو اور چھل کپٹ سے مبرّا ہو۔ سچے رشیوں کا کہا ہوا اور کیا ہوا کبھی نشپھل نہیں ہوتا۔ جب شرنگی رشی نے اپنے پتا کے اپمان پر راجہ پرکھشت کو شاپ دیا اور پتا کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اُس نے کہا۔ پتّر۔ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ وہ راجہ ہے۔ اگر اُس سے غلطی ہو گئی تھی تو کھشما کرنی چاہئیے تھی۔ پتّر نے جواب دیا۔ اے پتا! اب جو کچھ میں نے کہہ دیا ہے وہ اُلٹ نہیں سکتا۔ پتا نے کہا اے پتّر! میں تیرے اگر پربھاو کو جانتا ہوں تو سدا سچ بولنے والا ہے۔ تیرا کتھن کبھی بیرتھ نہیں ہو سکتا۔

سچ مچ جو پرش ستیہ وادی ہے۔ کبھی اپنی پرتگیا کا بھنگ نہیں کرتا اور جسکا بیوہار سدا نیائے یُکت ہے ایک مہاتما سمجھا جاتا ہے۔ گاندھی جی کا دنیا میں کیوں اسقدر مان ہے صرف اسلئے کہ انکی ذات میں ستیہ پردھان ہے۔ اندر اور باہر سے ایک ہیں۔ کسی قسم کا چھل کپٹ یا ہیر پھیر نہیں۔ انسان کی بڑائی کا معیار سچائی ہی ہے۔ جتنا جتنا جسکے جیون میں ستیہ ہے۔ اُتنا ہی وہ بڑا ہے۔ کیونکہ دیگر سب خوبیاں ستیہ کے ہی آشرت ہیں۔ اگر کسی پرش کے آچرن سے ستیہ جاتا ہے۔ تو باقی کچھ نہیں رہتا۔ قدرت کی بڑی بڑی چیزیں ہمیں ستیہ۔ نیائے اور پرتگیا پالن کی سکشا دے رہی ہیں۔ سُوریہ کا وقت پر نکلنا اور غروب ہونا۔ موسموں کا تغیر و تبدل۔ تجارتی ہواؤں کا چلنا۔ اور بنسپتی اور پودوں کی

نشوونما کے نیم سب کے سب ہمیں ستیہ کا اپدیش دے رہے ہیں۔ اگر یہ اپنے اپنے
نیم کا پالن نہ کریں اور ہمیں انکی کریا پر وشواس نہو۔ تو ہمارا سنسار میں جیون
ہی مشکل ہو جاوے۔ فارسی زبان میں مثل مشہور ہے "دروغ را فروغ نیست" ارتھات
دنیا میں جھوٹ کو کبھی فروغ (بڑائی) حاصل نہیں ہوتا۔ ترقی اور اونتی کا راستہ راستی ہی
ہے۔ استیہ اور کجروی ہمیشہ دُکھ اور بدنامی کا موجب ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں ایکدفعہ کسی
نواب کو اپنے محل کے ایک کمرے کی چھت کے لئے شہتیر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اِدھر
اُدھر منڈی میں تلاش کی۔ منشا کے مطابق شہتیر نہ ملا۔ آخر اُسکے آدمیوں نے پاس کے
ایک گاؤں میں ایک زمیندار کے مکان کے باہر ایک شہتیر پڑا دیکھا۔ جو انہیں نواب کی منشا
کے مطابق معلوم ہوا۔ زمیندار سے قیمت دریافت کی مگر وہ بیچنے پر رضامند نہ ہوا
نوکروں نے نواب صاحب کو اطلاع دی اور کہا کہ زمیندار کا محض ہٹ ہے۔ جب مناسب
قیمت دی جا رہی ہے تو اُسے اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ حضور حکم دیں تو زبردستی اُٹھا لائیں
پیچھے جسطرح ہوگا دیکھا جائیگا۔ آخر اُسے اپنے مال کا مول ہی چاہیئے۔ نواب صاحب نے کہا
نہیں۔ جبر مناسب نہیں۔ اُسکی اپنی چیز ہے اور ہماری غرض پرائیویٹ ہے۔ زمیندار
کا اختیار ہے ہمیں دے یا نہ دے۔ اگر کوئی پبلک ضرورت ہوتی تو دوسری بات
تھی۔ اب تو منت سماجت سے کام لینا چاہیئے۔ چلو ہم چلتے ہیں۔ چنانچہ نواب صاحب
دو چار سردار لیکر خود زمیندار کے مکان پر پہنچے۔ زمیندار عزت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور
غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کا سبب پوچھا۔ نواب صاحب نے ضرورت بیان کی۔ زمیندار نے

عرض کی آپکی دولت ہے۔ لیجائیں۔ مگر میں قیمت نہیں لونگا۔ نوابصاحب نے سوچا کہ معاوضہ
دینے کے سینکڑوں طریق ہیں۔ بعد میں دیکھا جائیگا۔ اسوقت قیمت کی بحث میں پڑنا
ٹھیک نہیں اپنا کام نکالنا چاہیئے۔ مزدوروں کو شہتیر اٹھانیکا حکم دیا گیا۔ زمیندار نے عرض
کی کہ حضور مجھے ایک منٹ کیلئے شہتیر سے بات چیت کر لینے دیں۔ نوابصاحب نے مسکراتے
ہوئے اجازت دی۔ زمیندار نے شہتیر کے پاس بیٹھ کر آہستہ سے کچھ کہا۔ اور پھر
ساتھ کان لگایا گویا کچھ سن رہا ہے۔ نوابصاحب اور درباری یہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور
پوچھا کہ چودھری ہمیں بھی بتاؤ کہ تم نے اس سے کیا بات چیت کی ہے اور اس نے تم سے
کیا کہا ہے۔ وہ بولا حضور میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے اتنی دور سے نوابصاحب
خود تمہارے لئے آئے ہیں۔ شہر میں شہتیروں کی کمی نہ تھی۔ اس نے میرے سوال کے جواب
میں کہا ہے کہ مجھ میں ایک ایسا وصف ہے جو منڈی کے شہتیروں میں نہیں ہے۔ میں
بالکل سیدھا ہوں۔ درمیان میں کوئی گانٹھ یا گرہ نہیں ہے۔ اسی لئے مجھے دوسروں پر ترجیح دیگئی ہے
۔ یہ ایک درشٹانت ہے جسکی سچائی انسان کی حالت پر بھی نمایاں ہوتی ہے
سچ مچ دنیا اسی کے پیچھے چلتی ہے۔ جو صاف باطن اور راست باز ہو۔ جس طرح پیری میں جسم
میں خم آنا جسمانی کمزوری یا نقص سمجھا جاتا ہے اسی طرح آچار اور بیوہار میں ٹیڑھا پن اخلاقی
کمزوری یا گراوٹ سمجھی جاتی ہے۔ سنسار میں انتی کا بڑا سادھن ستیہ ہے۔ ستیہ ہی
کی بدولت آج انگلستان اور دیگر مغربی ممالک ترقی کی شکھر پر ہیں وہ لوگ لین دین اور
آچار بیوہار میں سچائی کو سب سے آگے رکھتے ہیں۔ انکی تجارت پر نگاہ ڈالو۔ خریدار کو سون

دودھ ہو۔ مال نمونہ کے مطابق دیا جاتا ہے۔ بازار میں دوکانوں پر ہر چیز کا نرخ مقرر ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ
ایک چیز کی جگہ دوسری چیز دیدی جائے۔ یا نرخ میں ہیر پھیر سے کمی بیشی ہو سکے۔ بچہ ہو۔ جوان یا بوڑھا۔ سبکو مقررہ نرخ
پر ایک جیسی چیز ملتی ہے۔ برعکس اسکے ہمارے ہاں نرخ کا فیصلہ کرنے میں ہی کتنا وقت اکارتھ جاتا ہے
دوکاندار خریدار کو جھوٹھ بول کر لوٹنا چاہتا ہے اور خریدار کو دوکاندار پر وشواس نہیں ہے
مال دکھایا کچھ جاتا ہے اور دیا کچھ۔ بتایا کچھ جاتا ہے اور ہوتا ہے کچھ اور۔ یہ تو ہے ہمارے بیوپار
کا حال۔ سوسائٹی میں باہمی میل ملاپ اور پابندی وقت کے سمبندھ میں ستیہ کی جو قدر ہے وہ
سبھی جانتے ہیں۔ اگر برادری میں کسی کام کا وقت ۱۲ بجے مقرر ہے تو وہ ۲ بجے یا اس سے بھی بعد شروع
ہوتا ہے۔ کسی سبھا یا سوسائٹی میں اگر لیکچر کا وقت ۸ بجے مقرر ہو تو نو بجے ایک معمولی بات
ہے۔ دیسی ٹائم میں ایک آدھ گھنٹہ کی کمی بیشی ایک نیم بن گیا ہے مگر یورپ کے شائستہ اور تعلیم یافتہ
ممالک میں کیا مجال کہ پانچ منٹ بھی ادھر ادھر ہو سکیں۔ ان لوگوں کو اپنے وعدہ اور وقت کی قدر
ہے۔ مزید براں وہ مقررہ وقت پر ایک کام کا نہ کرنا ایک پرکار کا استیہ اور جھوٹھ سمجھتے ہیں۔
جن ہندوستانیوں کو ولایت جانیکا اتفاق ہوا ہے وہ اس بات کی ساکھشی دیتے ہیں کہ اگر
ان لوگوں کے ساتھ کسی کام کیواسطے وقت مقررہ کرکے اس کام کو وقت پر نہ کیا جائے تو ایسا شخص
انکی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لیکچر کا جو وقت مقرر ہے۔ ٹھیک اسوقت شروع ہو جائیگا۔
آدھ گھنٹہ پہلے لیکچر ہال تقریباً خالی نظر آتا ہے۔ مگر شروع ہونیسے پانچ منٹ پہلے سب
لوگ اپنی اپنی سیٹ پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر لیکچرار کسی وجہ سے دو چار منٹ کے لیے کہیں
رستہ میں رک جائے تو وہ فوراً پربندھ کرتا کو فون کرتا ہے کہ وہ پہنچ رہا ہے۔ یہاں ابھی

بنک اِن باتوں کو اتنا سنجیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ ہم میں سے کچھ تو تعلیم یافتہ نوجوان
اِس نقص کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ مگر ابھی ہم مغربی لوگوں سے بہت دُور ہیں۔ جبتک
کہ اپنی ہر بات میں ستیہ [illegible] نظر نہیں رکھتے ہمارا اُنتی کرنا کٹھن کیا ناممکن ہے۔ پس
جہاں سکھ اور شانتی کے لئے پہلے یم اہنسا کی ضرورت ہے وہاں آتم سنمان اور سنسارک
بردھی کے لئے دوسرے یم ستیہ کا پالن کرنا بھی بڑا آوشیک ہے۔ زبان سے جو کچھ
کہا جائے ستیہ اور یتھارتھ ہو۔ جس بات کی پرتگیا کی جائے۔ اُسے وقت پر اُسی طرح
پورا کیا جائے۔ اور دوسروں کے ساتھ بیوپار بیوہار اور لین دین کی بنیاد ستیہ پر ہو

چوری کا تیاگ

اہنسا اور ستیہ کے بعد تیسرا یم جسکا پالن کرنا منشیہ جیون کی اُنتی کے لئے ضروری ہے
اُستے (अस्तेय) ارتھات چوری نہ کرنا ہے۔ چوری کی بُری عادت
کئی کارنوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بچوں میں اِس عادت کا کارن زیادہ تر لالچ ہوتا ہے
گھروں اور سکولوں میں لڑکے ایک دوسرے کی چیزیں اُٹھا لیتے ہیں اور جب شبہ ہونے
پر اُن سے دریافت کیا جائے۔ تو جھٹ جھوٹھ بول دیتے ہیں۔ جس سے ایک بُرائی کیساتھ دوسری
بُرائی جھوٹ بھی اُنمیں آہستہ آہستہ آجاتی ہے۔ اسلئے بچپن سے ہی چوری کے ارکان کو روکنے
کی کوشش کرنی چاہیئے اور ایسے سادھن اختیار کرنے چاہئیں۔ جس سے بچے کے دل میں چوری
کی خواہش ہی پیدا نہ ہو۔ اُنکی جائز اور مناسب ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔ اگر اُسے ایسی

چیزوں سے محروم رکھا جائے جو اُس کے واسطے آوشیک ہیں اور جنکے لئے اُس کے دل میں خواہش ہے۔ تو وہ قدرتاً ان کے حاصل کرنیکے واسطے چوری کا آشرا لیگا۔ بچے عموماً کھانے پینے کی چیزیں مٹھائی اور پھل وغیرہ پسند کرتے ہیں۔ اگر ماتا پتا ان چیزوں کا مناسب حصہ اُسے نہ دیں تو سمجھ کر یہ چیزیں چھپا کر گھر میں رکھی جائینگی۔ بچہ وہاں سے ہی کسی نہ کسی طریق پر انہیں لینے کا یتن کریگا۔ اگر بچہ کو خود بخود اُسکی خواہش کے مطابق مناسب چیز مل جائے تو اُسکی طبیعت سیر ہو جائیگی۔ اور بسا اوقات دوبارہ دینے پر وہ اُسے نہیں لیگا۔ ورنہ خواہ مخواہ اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے کوئی راہ ڈھونڈیگا۔ مانگنے اور ضد کرنے سے کام نہ نکلا تو مجبوراً چوری پر آمادہ ہوگا۔ اسلئے ماتا پتا کا فرض ہے کہ وہ ایسی نوبت کے پہنچنے کا شروع سے موقعہ ہی نہ دیں یتھا شکتی بچے کی ضروریات اور خواہشات کا خیال رکھیں۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ بچے کی ہر ایک خواہش کا پورا کرنا والدین کے لئے لازمی ہے۔ اُسکی بے جا خواہش اور ضرورت کو روکا جاوے۔ اور اگر اس حالت میں وہ چوری کا مرتکب ہو تو ضرورت کے مطابق سختی کیجاوے تاکہ آئندہ اس قسم کی حرکت سے وہ باز رہے۔ بچوں میں چوری کا کارن کبھی کبھی والدین کی مفلسی بھی ہوتا ہے۔ پاٹھ شالا یا سکول میں بچے کو کاپی یا کتاب کی ضرورت ہے۔ پتا کے پاس پیسے نہیں کہ بچے کی ضرورت کو پورا کرے۔ اُستاد خالی جماعت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اب لڑکا کرے تو کیا کرے ایسی حالت میں تنگ ہو کر یا تو وہ پڑھنا چھوڑ دیتا ہے یا چوری کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور چوری کو چھپانے کے لئے کئی مرتبہ اُسے جھوٹ بولنا بھی پڑتا ہے۔ اسیطرح ایک برائی کے ساتھ دوسری برائی بھی طبیعت میں داخل ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات اس عادت کا پرنیام بڑی عمر میں بڑا بھینکر ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کسی پاٹھ شالا میں ایک بیوہ کا لڑکا پڑھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کسی کی کتاب چرا کرلے آیا اور گھر میں کہیں چھپادی۔ ماتا نے اُسے چوری سے منع نہیں کیا۔ رفتہ رفتہ بچّہ دن بدن بگڑتا چلا گیا اور انجام کار سکول سے نکالا گیا۔ چونکہ چوری کی عادت پک چکی تھی وہ شہر کے بدمعاشوں کیساتھ مل کر ڈاکو بن گیا۔ اور ایک قتل کے جُرم میں گرفتار ہوا۔ پھانسی کی سزا ہوئی۔ مصیبت زدہ بوڑھی ماں آخری ملاقات کے روز بیٹے سے ملنے کیلئے آئی۔ نوجوان نے ماں کے کان میں کچھ کہنا چاہا۔ اس بہانے سے اُسنے ماں کو اپنے تیز دانتوں سے اِس زور سے کاٹا کہ وہ چلا اُٹھی۔ افسروں نے ایسی بے جا حرکت کا سبب پوچھا۔ وہ بولا کہ یہ میری ماں ہی میری موت کا سبب ہُوئی ہے۔ اگر پہلے دن ہی یہ مجھے چوری سے روکتی تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی

لالچ اور غریبی کے علاوہ کبھی کبھی محض تفنن۔ تماشے اور دل لگی کے خیال سے بھی بچّے چوری کی حرکت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ ایک دفعہ امریکہ کے ایک گاؤں میں رات کیوقت چاندنی میں چند بچے ایک ندی کے کنارے کھیل رہے تھے۔ پاس ایک امیر کا مکان بن رہا تھا۔ عمارت کیواسطے تراشیدہ پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگا تھا۔ اِن بچوں کا لیڈر بنجمن فرینکلن تھا۔ اُس نے پتھر دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں اس ندی پر مچھلیاں پکڑتے وقت کیچڑ کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ آؤ اِن پتھروں سے کنارے پر ایک پختہ چبوترہ بنالیویں جس پر آسانی اور آرام سے بیٹھ کر مچھلیاں پکڑ سکیں گے۔ اپنے چھوٹے سردار کی اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ پتھر اُٹھا کر چبوترہ بنانا شروع کر دیا۔ جب چبوترہ تیار ہوگیا اور سب پتھر ختم ہوگئے۔ تمام لڑکے اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے۔ مالک نے صبح جاکر دیکھا تو پتھر ندارد۔ حیران ہوا اور بڑا گھبرایا کہ راتوں رات کسطرح

سارے پتھر غائب ہو گئے۔ آخر پاؤنکی پنکتی دیکھ کر ندی کی طرف چلا۔ دیکھا کہ اُن پتھروں کا ایک بڑا لمبا چوڑا مضبوط چبوترہ بنا ہُوا ہے۔ راز افشا ہو گیا۔ اگر کوئی فراخدل عقلمند امیر ہوتا تو بچوں کے اس قصور کو نظر انداز کر دیتا۔ مگر یہ کسی قدر بخیل تھا مجسٹریٹ کے پاس شکایت پہنچی۔ لڑکے عدالت میں طلب ہوئے تماشائیوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ مجسٹریٹ کے سوال پر فرینکلن نے کہا کہ ہم نے یہ کام رفاہ عام کی خاطر کیا ہے۔ ندی کے کنارے بڑا کیچڑ تھا۔ پاؤں کیچڑ میں دھنس جاتے تھے۔ مچھلیاں پکڑتے وقت لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس دقت کو رفع کرنے کے لئے ان پتھروں کا جو پاس ہی پڑے ہوئے تھے چبوترہ بنایا گیا۔ مجسٹریٹ مُسکرایا۔ بچوں کو معمولی سرزنش کرنیکے بعد بری کر دیا۔ اور مالک کی بھی سمجھا بجھا کر تسلی کر دی۔ فرینکلن کے باپ نے بیٹے کی یہ حرکت ایک قسم کی چوری خیال کی۔ اُس نے لڑکے کو اپنے سامنے بلایا اور کہا۔ بیٹا۔ تم نے چوری کیوں کی چھوٹے فرینکلن نے جواب دیا کہ اگر کام میں اپنی ذاتی غرض کی خاطر کرتا تو چوری ہوتی۔ میں نے اور میرے ہمراہیوں نے سب کے آرام اور بھلائی کی خاطر یہ کام کیا ہے پھر بھلا اسے چوری کیونکر کہہ سکتے ہیں باپ نے کہا۔ بیٹا۔ دوسرے کی چیز کہ اُسکی اجازت کے بغیر اُسکی غیر حاضری میں لینا چوری ہے۔ پتھر تمہارے نہیں تھے۔ دوسرے شخص کی ملکیت تھی۔ تم نے اُسکی عدم موجودگی میں بلا اسکی رضامندی اٹھائے کا مقصد کچھ ہی ہو۔ مگر اس قسم کے فعل کو جائز قرار دیا جائے تو سوسائٹی کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ بیٹے نے باپ سے اقرار کیا کہ آئندہ وہ اس قسم کا کام ہرگز نہیں کریگا۔ یہی فرینکلن بڑا ہو کر دیس اور جاتی کا مشہور لیڈر بنا۔

بسا اوقات چوری کی عادت بد صحبت یا کسی دوسری بری عادت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو جوے کی عادت پڑ جائے تو وہ رفتہ رفتہ چوری بھی کرنے لگتا ہے جب کبھی اسکے پاس جوا کھیلنے کے لئے پیسہ نہیں ہوگا۔ وہ مجبوراً چوری کرنے پر آمادہ ہوگا۔ اسلئے دیکھنے میں آتا ہے کہ جوا باز چور۔ اور چور جوا باز بھی ہوتا ہے۔ چو برائیاں آپسمیں ملتی جلتی ہیں۔ وہ عموماً اکٹھی رہتی ہیں۔ چور کے پاس اگر روپیہ ہو تو مفت کا مال ہونیکی وجہ سے اُسے اس روپیہ کو جوے بازی میں ضائع کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا۔ اور اگر جوا باز کے پاس جوا کھیلنے کے لئے پیسہ نہ ہو تو اُسے چوری کرنے میں کوئی شرم اور عار نہیں ہوتی۔ جوا اور چوری آپسمیں بھائی بہن ہیں۔ کبھی کبھی چوروں کی سنگت سے بھی چوری کی عادت پڑ جاتی ہے۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے جس قسم خصلت والے انسان کے پاس کوئی بیٹھیگا۔ ویسا ہی بن جائیگا۔

ہر کہ با دُوناں نشیند ہیچو دُوناں دوں شود ؎ ہر کہ با اہلاں نشیند عقل او افزوں شود

"اسپ را با خر ببندی ار برادر چند روز ؎ رنگ شاں ہمگوں نباشد خوے شاں ہمگوں بود"

جو شخص کمینوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہ انہی کیطرح کمینہ ہو جاتا ہے۔ اور جو شائستہ اور عقلمندوں کے پاس بیٹھتا ہے۔ وہ دن بدن زیادہ عقلمند ہوتا جاتا ہے۔ اگر گھوڑے کو چند روز گدھے کے نزدیک باندھ دیا جائے۔ تو اگرچہ ان کا رنگ ایک جیسا نہیں ہوگا اُنکی خو ایک جیسی ہو جائیگی۔ پس چوروں کا یار ضرور چور بن جاتا ہے

جب آریہ سبھتا زوروں پر تھی تو کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں چوری کا رواج

بالکل نہیں تھا۔ میگستھینیز یونانی سیاح جو اڑھائی ہزار برس ہوئے ہندوستان میں آیا تھا۔ یہاں کے لوگوں کے متعلق لکھتا ہے کہ بھارت ورش کے لوگ اپنے گھروں کو تالا نہیں لگاتے۔ کیونکہ انہیں چوری کی عادت ہی نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سب لوگ خوشحال اور آسودہ تھے۔ جہاں چوری کا خطرہ نہیں وہاں یوگ شاستر کے کتھن انوسار دولت اور دھن کی کمی نہیں۔ آجکل کئی لوگ دھن کو بڑے بڑے لوہے کے صندوقوں میں بند کر کے رکھتے ہیں۔ یا زمین میں گاڑتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر موت یک بیک واقع ہو تو زمین میں گڑا ہوا دھن سمبندھیوں کو معلوم نہ ہونیکے کارن زمین میں ہی دبا رہتا ہے۔ جہاں چوری کا ڈر نہیں وہاں ایسا کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے۔ اتہاس سے پتہ لگتا ہے کہ پراچین سمہ میں معمولی چوری کو بھی بڑا پاپ سمجھا جاتا تھا۔

کہتے ہیں شنکھ اور لکھت دو بھائی تھے۔ جو الگ الگ استھان پر بن میں منی برتی سے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ لکھت بھائی سے ملنے کے لئے گیا جب شنکھ کے آشرم میں پہنچا۔ تو بھائی کی کٹیا خالی تھی۔ شنکھ اس سمہ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ لکھت کو سفر کیوجہ سے بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے بھائی کی غیر حاضری میں آشرم کے باغیچہ سے جو کسی سیٹھ سے تعلق رکھتا تھا دو چار پھل توڑ کر کھا لئے تھوڑی دیر کے لئے بعد شنکھ آشرم میں واپس آیا۔ بھائی سے مل کر بہت پرسن ہوا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ لکھت نے بلا اجازت پھل توڑ کر کھائے ہیں تو بہت ناراض

ہوا اور کہنے لگا:-

स्तेयं त्वया कृतमिदं फलान्याददता स्वयं।
गच्छ राजानमासाद्य स्वकर्म कथयस्व वै॥

بھائی لکھت تم نے پرائے باغیچہ سے خود بخود بلا اجازت پھل توڑنے میں ایک پرکار کی چوری کی ہے۔ جاؤ راجہ کے پاس جاکر اپنا ارادہ کہو۔ چنانچہ لکھت گیا۔ اور راجہ سے سب حال کہا۔ راجہ ایسی اوستھا میں رشی کو دنڈ دینا نہیں چاہتا تھا۔ مگر لکھت نے اسے شاستر کے انوسار مناسب دنڈ دینے کے لئے مجبور کیا۔ جہاں چوری سے اسقدر نفرت ہو وہاں سکھ سمپتی کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔ سچ مچ یوگ سوتر - अस्तेय

प्रतिष्ठायां सर्व रत्नोपस्थानम् کے مطابق جہاں چوری کا نام نہیں وہاں سب رتن اور بیش قیمت پدارتھ رہتے ہیں۔

برہمچریہ

ब्रह्मचर्य प्रतिष्ठायां वीर्य लाभः

(برہم چریہ کی پرتشٹھا میں بل کی پراپتی ہوتی ہے)

چوتھا یم برہم چریہ ہے جسکا ارتھ برہم اربھات وید ودیا میں آچرن کرنا ہے برہم پرماتما کو بھی کہتے ہیں جسکی پراپتی کا ویدوں کی ودیا ایک بڑا بھاری سادھن ہے۔ اسلئے

ویدودیا کی پراپتی کا سمہ اور اُس کے واسطے آوشیک جیون اِن دونوں باتوں کے
سمودایہ کا نام برہمچریہ ہے آجکل کی سوشل اوستھا کے انوسار سکولوں اور کالجوں
میں طالب علمی کا جیون برہمچریہ کہا جا سکتا ہے۔ پراچین زمانہ میں ہر ایک آریہ بالک
کے لئے ویدودیا لازمی سمجھی جاتی تھی۔ آٹھ برس کی عمر میں ہر ایک بچے کو کسی نہ کسی
گوروکل میں ضرور ہی داخل ہونا پڑتا تھا۔ جہاں وُہ چاروں یا کم از کم ایک وید مع دوسرے
شاستروں کے پڑھتا تھا۔ اور پچیس برس کی عمر میں وہاں سے فارغ ہو کر گرہستھ دھرم میں
داخل ہوتا تھا۔ برہمچریہ کے پچیس برس اُسکی آئندہ زندگی کی نیو یا بنیاد سمجھے جاتے تھے۔
اور اسلئے اُسے اِس عرصہ میں خاص کڑے نیموں کے آدھین رہنا پڑتا تھا۔ اُس کا جیون
تپ کا جیون ہوتا تھا جس سے اُسکا شریر مضبوط اور سردی گرمی یا دیگر چھوٹے موٹے کشٹ کو آسانی
سے سہارنے کے قابل ہو سکے۔ ہر کام نیم پُوروک اپنے سمہ پر کرنا ہوتا تھا تاکہ آئندہ جیون
سنگرام میں کسی پرکار کی لاپرواہی نہ ہو۔ آجکل اگرچہ ویدودیا کے پڑھنے پڑھانے کا پورا
پربندھ نہیں ہے۔ مگر سمہ کے انوسار ہر ایک بالک کو سکھ پُوروک زندگی بسر کرنے کیلئے
سادھن سمپن ہونا ضروری ہے۔ اور یہ مُدعا برہمچریہ پالن کرنیکے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔
ودیا خواہ ویدکی ہو یا کوئی اور ایک ہی قسم کے پریشرم کو چاہتی ہے۔ اس لئے ہر ایک
بالک کے لئے ضروری ہے کہ وُہ بچپن کی اوستھا میں ودیا کی سماپتی تک اپنے آپ کو برہمچاری
سمجھے اور برہمچریہ کے اصولوں کی پیروی کرے۔ وشیہ آسکتی اور کام واسنا سے بالکل
بچا رہے اور تمام ایسی خواہشات سے پرہیز کرے جو جسم اور دماغ کے لئے مضر ہوں۔

سارے جیون کی بنیاد برہم چریہ ہی ہے۔ اِسکے پالن کیے بغیر نہ انسان اچھا گرہستی بن سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے آشرم کے فرائض پوری طرح ادا کرنیکے قابل ہوتا ہے جیون میں کامیابی کا انحصار شاریرک۔ مانسک اور آتمک بل پر ہے اور یہ بل برہمچریہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جو بالک اپنی پہلی اوستھا میں برہمچریہ کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ سب شکتیوں سے محروم رہتے ہیں اور بڑے ہو کر ساری عمر دکھ میں گذارتے ہیں۔ اِسکے برعکس جو برہم چریہ کا پورن نیتی سے پالن کرتے ہیں وہ ہر پرکار کے دکھ اور روگ سے بچے رہتے ہیں۔

شاستر کا کتھن ہے کہ

ब्रह्मचर्येन तपसा देवा मृत्युमपाघ्नत

برہم چریہ اور تپ کے ذریعہ وِدوان اور دیوتاؤں نے موت پر قابو پایا۔ برہمچاری کو موت کا ہرگز بھے نہیں ہوتا وہ سمے آنے پر سُکھ پوروک دیہہ کو چھوڑتا ہے۔ بھیشم پتامہ جو جیون پرینت برہم چاری رہے تیروں کی شیا پر پڑے ہیں۔ سارا شریر زخمی ہے۔ مگر سُوریہ کے اُترائن سمے کا انتظار ہے کہ اپنی اچھا سے شریر تیاگیں۔

کسی پُرش کو گرہستی بننے کا ادھیکار نہیں جبتک کہ وہ پہلے برہمچاری رہ کر اپنے آپ کو گرہستھ کے فرائض ادا کرنیکے قابل نہ بنا چکا ہو۔ لڑکا ہو یا لڑکی ہر ایک کے لیئے برہمچریہ ضروری ہے تاکہ اُنکی زندگی کی نیو مضبوط ہو۔ شاستر کی آگیا ہے

"ब्रह्मचर्येन कन्या युवानं पतिं विन्दते" ارتھات برہمچریہ سے کنیا جوان پتی کو پراپت کرے۔ منو مہاراج گرہستھ کے لیے برہمچریہ کو بڑا ضروری قرار دیتے ہیں اُن کا قول ہے :-

वेदानधीत्य वेदौवा वेदं वापियथाक्रमम -
अविप्लुत ब्रह्मचर्यो गृहस्थाश्रममाविशेत ॥

ارتھات پورے طور پر برہم چاری رہتا ہوا چاروں ویدوں کو یا دو یا کم از کم ایک کو
مناسب طریق پر پڑھ کر گرہستھ میں پرویش کرے۔ برہمچریہ کی نہ صرف شادی
سے پہلے ہی ضرورت ہے بلکہ کم و بیش عمر بھر اسکی ضرورت رہتی ہے۔ برہمچریہ کی اوستھا
میں سب سے بڑی بات ویریہ رکھشا ہوتی ہے۔ کیونکہ ویریہ سے ہی جسمانی اور دماغی
طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہمیں سارے جیون میں ان شکتیوں کی ضرورت بنی رہتی ہے
جو لوگ گرہستھ میں برہمچریہ کا کم و بیش دھیان نہیں رکھتے۔ اور بداعتدالی میں اپنی طاقت
ضائع کرتے ہیں وہ جلدی ہی نکمے ہو جاتے ہیں اور زندگی ان کے لئے وبال ہو جاتی ہے۔ پرنتو
جو گرہستی گرہستھ میں بھی برہمچریہ کی مریادا کا پالن کرتے ہیں اور کبھی حدِ اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے
وہ ہمیشہ سکھی رہتے ہیں۔ زندگی ان کے لئے ایک بڑی برکت اور نعمت ہوتی ہے۔ انہیں کبھی
ایسا روگ یا پیڑا نہیں ہوتی جو ان کے فرائض کی ادائیگی کے سدِ راہ ہو سکتے ہیں۔ ایک
دفعہ ایک استری کسی کنوئیں پر پانی بھر رہی تھی۔ اتفاق سے وہاں شہر کے حکیم آنکلے۔
پانی پینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ استری پانی بھرنے میں مشغول تھی اُنکی طرف فوراً متوجہ نہ ہو سکی
دو چار منٹ کی دیر ہو گئی اس پر حکیم جی بڑے ناراض ہوئے۔ پانی پئے بغیر وہاں سے بڑبڑاتے
ہوئے چل پڑے کہ تمہارے پتی کو بھی کبھی نہ کبھی میری ضرورت پڑیگی۔ اسوقت لاپرواہی کی
سزا مل جائیگی۔ حکیم کے ان شبدوں کو سن کر بیچاری سہم گئی۔ کیونکہ یہ شہر کے بڑے پرسدھ

حکیم تھے - اکثر مریضوں کو انہی سے واسطہ پڑتا تھا - انہیں ناراض کرنیکی کسی کو جرأت نہیں پڑتی تھی
استری نے گھر جا کر اپنے پتی سے اس بات کا ذکر کیا - انہوں نے کہا کوئی فکر کی بات نہیں اسی
وقت ایک شلوک لکھ کر پنڈت جی کے پاس بھیجدیا جسکا مطلب یہ تھا - کہ برہمچریہ کے نیموں کے
انوکول آچرن کرنیوالا گرہستھی کبھی حکیم کا محتاج نہیں ہو سکتا - اس کہانی سے صاف عیاں ہے کہ
کہ برہمچریہ کے اصولوں کی پیروی ہمیں سب شاریرک روگوں سے بچائے رکھتی ہے -

دھرم گرنتھوں میں برہمچاری کے کھان پان اور رہن سہن کے متعلق بالتفصیل
ہدایتیں درج ہیں - برہمچاری کا بھوجن سادہ مگر مقوی ہونا چاہیئے جسمیں اناج - سبزی - پھل اور
دودھ دہی وغیرہ کافی اور مناسب مقدار میں ہوں - مانس اور ایسی اشیا جن سے من میں وکار
پیدا ہوں برہمچاری کے لئے منع ہیں - باسی - کچا - سڑا گلا اور باسی بھوجن بھی ہرگز استعمال
نہیں کرنا چاہیئے - امریکن لوگ بھی جنہیں مذہبی طور پر مانس کی کوئی ممانعت نہیں اسے سکول
کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ہانی کارک سمجھتے ہیں - انہوں نے خوراک میں تازہ اور خشک
پھلوں پر زیادہ زور دیا ہے - گائے کا دودھ بھینس کے دودھ کے مقابلہ میں زیادہ مفید
اور اچھا سمجھا جاتا ہے - اسی لئے پراچین سمے میں گوروکلوں اور گرہستھیوں کے گھروں میں
گائے رکھنے کا زیادہ رواج تھا - جسکی وجہ سے بچوں کو دودھ گھی کافی میسر تھا - مناسب
غذا کے علاوہ برہمچاری کو کھانے پینے میں وقت کی پابندی کا بھی خیال ہونا چاہیئے بیوقت
کھانا - بار بار یا ہر وقت کھاتے رہنا بھی مضر صحت ہے - معین اوقات پر ہی کھانا مناسب
ہے - خواہ دن میں دو بار یا دو سے زیادہ - ہندوستان میں دن میں دو مرتبہ کھانے کا رواج

ہے۔ انگلستان اور اکثر دیگر ممالک میں چار دفعہ۔ مگر انہیں صبح کی حاضری اور سہ پہر کی چائے
بہت مختصر سے ہوتے ہیں۔ آب و ہوا کے لحاظ سے ملک کا اپنا اپنا رواج ہے۔ بہرکیف جو
دستور مقرر ہو اسکی پابندی ہونی چاہیئے۔ مناسب غذا۔ معین اوقات پر ٹھیک مقدار
میں کھانی چاہیئے۔ اگر انمیں کسی قسم کوتاہی یا غفلت کیجاوے تو جسم کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔
برہمچاری کے لئے دونو وقت ویایام یا ورزش بھی ضروری ہے جس سے اُس کے جسم کا رنگ
مضبوط۔ پیٹ اور سڈول ہو ورزش کھلی ہوا میں اور باقاعدہ کیجائے۔ نیز اتنی جس سے جسم میں زیادہ تکان
نہو۔ ورنہ فائدے کی بجائے نقصان کا احتمال ہے۔ روزانہ سنان اور شدھ بستر بھی شریر کی صفائی
اور صحت کے لئے نہایت آوشیک ہیں۔ برہمچاری کو صفائی سے پیار ہو مگر نزاکت اور سہل پسندی کا
سے عار ہو۔ اُسکا جیون سادہ اور تپسوی ہو جس سے وُہ زندگی کے سنگرام میں کامیابی حاصل
کرنیکے قابل بن سکے آجکل اکثر نوجوان بہت سا وقت کنگھی اور بالوں کے سنوارنے میں خرچ کردیتے
ہیں دن میں کئی مرتبہ شیشہ دیکھتے ہیں۔ ذراسی سردی گرمی یا بھوک پیاس سے گھبرا جاتے ہیں
ایسی حالت میں اُن سے قومی سیوا یا کسی بڑے کام کی کیا توقع کیجا سکتی ہے۔ دنیا میں وہی قومیں
جاتی کا گورو اور مان قائم رکھ سکتی ہیں جنکا شریر مضبوط اور جیون سادہ ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم میں
سپارٹا میں یہ دستور تھا کہ کوئی نوجوان تیس برس کی عمر سے پہلے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ اس
جاتی میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسکی جیون شکتی کا اندازہ لگانے کے لئے اُسے خاص
بلندی سے زمین پر گراتے تھے اگر چوٹ نہ آئے تو ٹسٹ میں کامیاب خیال کرتے تھے۔
یہ ٹسٹ کسی قدر کڑا ضرور تھا۔ مگر اسکی غرض یہ تھی کہ ماتا پتا اس بات کا دھیان رکھیں کہ

سنتان مضبوط پیدا ہو - اور مضبوط پیدا اور مضبوط سنتان کے لیے برہم چریہ کا ہونا لازمی ہے - تمام جاتیوں میں جو شائستہ ہونیکا دعویٰ رکھتی ہیں برہم چریہ کا اصول کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے - ویدک دہرم کے انوسار برہمچاریوں کی تین قسمیں ہیں - اول وہ جو پچیس برس تک برہم چاری رہتے ہوئے ودّیا سماپتی کے بعد گرستھ میں داخل ہوتے ہیں اور جنہیں وسُو کہتے ہیں - دُوسرے وہ جنکا برہم چریہ چھتیس 36 برس کا ہوتا ہے جنہیں رُدر کہتے ہیں - اور تیسرے سب سے اُتم اڑتالیس برس والے جنکی آدِتیہ سنگیا ہوتی ہے - بعض بعض بھیشم پتامہ اور سوامی دیانند سورستی جیسے جیون پرنیت برہمچاری رہتے ہیں - برہم چریہ اوستھا میں کھانے پینے اور پٹھن پاٹھن کے نیموں کے علاوہ من کی پوترتا کا بڑا خیال رکھنا ہوتا ہے - برہمچاری کا من ہمیشہ شدھ اور پاکیزہ خیالات کا گھر ہونا چاہیئے - اُسکے من میں کبھی کام باسنا پیدا نہیں ہونی چاہیئے - وہ اپنا ہر کام مناسب وقت اور طریق پر کرے - گندہ صحبت اور بُرے وِچاروں سے ہمیشہ بچا رہے اور کاہلی اور آرام طلبی کو اپنی ترقی اور اُنتی کے رستہ میں رکاوٹ سمجھتا ہوا اسد اودّیا حاصل کرنے میں لگا رہے - پُرانے وقتوں میں ان سب باتوں کا دھیان رکھتے ہوئے گورو کل شہروں سے کچھ فاصلہ پر بنائے جایا کرتے تھے تاکہ برہمچاری اُن زہریلے اور گندہ اثرات سے جن سے برہمچریہ سے پتِت ہونیکا اندیشہ ہو بچے رہیں -

برہمچریہ جیسے پُرش کے لیے ضروری ہے ویسا ہی استری کے لیئے بھی - کیونکہ

اُسے بھی جیون میں سپھلتا کے لیے بلوان شریر اور اچھے دماغ کی ضرورت ہے۔ برہمچریہ
پالن نہ کرنیسے نرناری کیول اپنے آپ کو ہی دُکھی نہیں کرتے بلکہ انکی لاپرواہی کا اثر انکی سنتان
اور سنتان سے ساری جاتی تک پہنچتا ہے۔ دُنیا میں دیش اور جاتی کے لیے اُنتی کا
سادھن بل ہے اور بل کا آدھار برہمچریہ ہے۔ برہمچریہ کی بدولت ہی سوامی دیانند
کا شریر اسقدر بلوان اور سنگٹھت تھا۔ جالندھر میں دو گھوڑوں کی چوپیہ گاڑی کو
پیچھے سے پکڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کوچوان کے چابک پہ چابک مارنے پر گھوڑے ایک قدم
نہیں سکتے۔ گجرات (پنجاب) کے باہر ایک باغ میں قیام ہے۔ مگر ہر روز صبح کے وقت
شوچ اور سنان کیواسطے جلال پور جٹاں کے قریب ایک کنوئیں پر جاتے ہیں
جس سے آنے جانے میں چودہ پندرہ میل کا فاصلہ پڑجاتا ہے۔ یہ انکی سادھارن پراتہ
کال کی سیر ہے۔ گنگا کے کنارے ایک چھوٹی سی کٹیا میں ڈیرہ لگایا ہوا ہے۔ آدھی
رات کیوقت چار پانچ بدمعاش اِن پر حملہ کرنیکی نیت سے آتے ہیں اور آپس میں بحث
ہوتی ہے کہ کون پہلے وار کرے۔ سوامی جی اِنکی آواز سے چونک پڑتے ہیں ور گرج کر
کہتے ہیں کہ کون ہے! - اِس آواز کو سنتے ہی دشمن بھاگ نِکلتے ہیں۔ مرتیو
کے سمے زہر کے اثر سے سارا شریر آبلوں سے چھلنی ہو رہا ہے۔ مگر کیا مجال کہ زبان
سے ہائے کا شبد نکلے ڈاکٹر حیران ہیں کہ اِسقدر کشٹ میں اِتنی برداشت کی طاقت
یہ تو رہا جسم کا حال۔ مانِسک اور دماغی شکتی یہاں تک ہے کہ صبح سنان آدمی سے
فارغ ہوکر بارہ بجے تک تحریر کا کام ہوتا ہے۔ پھر دوپہر کا کھانا کھا تھوڑی دیر آرام

گرنبڈتوں کو اپنے پاس وید بھاشیہ یا کوئی اور گرنتھ لکھنے کیواسطے بلا لیتے ہیں۔ چار بجے کے بعد پبلک لکچر کی تیاری ہے۔ یا کہیں شاسترارتھ ہے وغیرہ کوئی وقت ایسا نہیں جسمیں کسی قسم کا دماغی کام نہ ہو رہا ہو۔ آتما کی اوستھا اتنی اوچیہ ہے کہ ستری پرش بالک نوجوان۔ جو کوئی اُن کے پاس آتا ہے۔ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ انکی چند منٹ کی سنگت جیون میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ کیا شاریرک۔ کیا مانسک اور آتمک۔ ہر پہلو میں سوامی برہمچریہ کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

مہابھارت اور رامائن کے اتہاس سے برہمچریہ کی مہما کا بخوبی پتہ چلتا ہے جہاں کہیں یدھ میں کسی بلوان کے مارنے کا سوال پیش ہوتا ہے۔ وہاں قرعہ کسی برہمچاری کے نام پر ہی پڑا ہے۔ اِدھر درونا چاریہ اور بھیشم پتامہ ہیں تو اُدھر ارجن۔ ایک طرف میگھناد ہیں تو دوسری طرف لکشمن۔ الغرض بل اور شکتی کی آدھار شلا برہمچریہ ہی ہے اسلئے اوریموں کیساتھ بدھی پوروک برہمچریہ کا پالن کرنا سب کا پرم کرتویہ ہے

اپری گرہ (अपरिग्रह)

"پانچواں اور آخری یم اپری گرہ ہے۔ شاستروں میں

देह रवातिरिक्त
भोग साधनस्वीकारोऽ परिग्रहः"

ارتھات شریر رکھشا کے لیئے آوشیک وستوؤں کے علاوہ بھوگ اور عیاشی کیخاطر ناجائز

سمپتی کا سویکار نہ کرنا اپری گرہ کہا گیا ہے ۔ اِس سے یہ غرض ہرگز نہیں کہ منشیہ سنسار کے پدارتھوں سے نفرت کرکے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور کاہلی کا جیون بسر کرے ۔ دُنیا میں رہتے ہوئے دھن سمپتی کا اُپارجن کرنا اُسکا دھرم ہے جس سے اُسکا اور اُسکے پریوار اور دیگر سمبدھیوں کا جیون سُکھ اور شانتی سے گذرے ۔ اور وقت پر اپنے مِتروں اور دیش اور جاتی کی سہائتا کر سکے ۔ اس یم کی غرض اور غائت یہ ہے کہ انسان بھوگ اور خواہشات نفسانی کو اپنے سنگھ میں رکھتا ہوا لالچ میں پھنس کر اپنے جیون کو بھرشٹ نہ کرے ۔ مختصر طور پر اپری گرہ سے مراد انوچیت لالچ کا پری تیاگ ہے ۔ لالچ ہی گِرادٹ کیطرف لیجاتا ہے ۔ سنسار میں لوبھ پاپ کا مُول ہے ۔ جب کسی پُرش میں لالچ کی ماترا بڑھ جاتی ہے تو وُہ بُرے سے بُرا پاپ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے ۔ اُسے اپنی سلف ریسپکٹ اور خودداری کا کچھ خیال نہیں ہوتا ۔ لالچ کے جال میں پھنسا ہوا وُہ اپنی مطلب براری کے لئے کمینہ سے کمینہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے ۔ بسا اوقات لوبھ سارے خاندان اور جاتی کی تباہی کا کارن ہوتا ہے ۔ مہابھارت کے یُدھ اور کوروں کے ناش کا کارن دریودھن کا لالچ تھا ۔ پانڈو صرف پانچ گاؤں پر جو انہوں نے خود بسائے تھے مطمئن اور سنتشٹ تھے ۔ مگر لالچی دریودھن انہیں سوئی کے ناکے کے برابر بھی زمین دینے کیلئے تیار نہیں تھا حالانکہ سارے راج کے جائز وارث پانڈو ہی تھے ۔ اگر دریودھن لالچ نہ کرتا تو خاندان تباہی سے بچ جاتا ۔ مگر کرشن چندر جی کا اپدیش اور آنیوالی تباہی کا خوف کسی بات کا اثر اُسکے کٹھور دِل پر نہیں ہوا ۔

لوبھی انسان کے دل میں جائز اور ناجائز کا کوئی وچار پیدا نہیں ہوتا دنیا میں ذلت خواری اور رسوائی کی اُسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ وُہ دوسرے کے مال پر بیجا تصرف کرنے میں ہرگز نہیں ہچکچاتا۔ اگر اُسمیں طاقت ہو تو زبردستی ورنہ دغا اور فریب سے دوسروں کا زرومال ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ دنیا میں ایک پُرش کا دُوسرے پُرش پر یا ایک جاتی کا دوسری پر جسقدر اتیاچار ہوتا ہے اُسکی تہ میں بڑا بھاری کارن اکثر لالچ ہی ہوتا ہے۔ حرص کے نشہ میں بدمست انسان انجام کو نہیں سوچتا۔ حریص کو کبھی سچا سکھ اور شانتی پراپت نہیں ہوتی۔ محمود غزنوی اور قارون بادشاہ کے اتہاس اور انکی زندگی کی آخری گھٹناؤں سے کون ناواقف ہے۔ فردوسی نے بڑی محنت اور کوشش سے ایک اشرفی فی شعر کی اُمید پر شاہ نامہ جیسی بےنظیر کتاب لکھی جسکی شہادت خود شاہنامہ کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

بسے رنج بُردم دریں سال سی
عجم زندہ کردم بدیں پارسی

(میں نے تیس سال بڑی محنت کرکے فارس کو اس پارسی زبان میں زندہ کردیا)

مگر محمود نے کتاب کے تیار ہونے پر اپنے وعدہ کے خلاف بجائے اشرفیوں کے روپیہ دینا چاہا جسے فردوسی نے نامنظور کیا اور مایوس ہوکر دربار سے چلا گیا۔ بادشاہ کے خزانہ میں دھن دولت کی کمی نہ تھی۔ ہندوستان کی لوٹ مار کے زروجواہر کے کئی انبار موجود تھے۔ پھر کس بات نے اُسے ایفائے وعدہ سے منحرف کیا اور مستحق کا حق دبا لینے پر آمادہ کیا۔ محض

لالچ اور حرص نے محمود کی طمع اور جور و ستم کے متعلق ایک اور عجیب کہانی مشہور ہے
کہتے ہیں ایک دفعہ بادشاہ اپنے وزیر اور دیگر امرا کیساتھ شکار پر جا رہا تھا۔ جنگل میں
ایک درخت پر آمنے سامنے دو ٹہنیوں پہ الو بیٹھے بول رہے تھے۔ محمود نے وزیر
کیطرف مخاطب ہو کر کہا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ الو کیا کہہ رہے ہیں۔ وزیر دانا تھا اور
مدت سے موقع کی تاک میں تھا کہ کسی طرح بادشاہ سے اسکی حرص اور دوسروں کے مال پر بے جا
تصرف کرنیکی برائی کا ذکر کرے۔ بادشاہ کے اس سوال کو سنکر کچھ دیر خاموش رہا۔ جب
محمود نے پھر سوال دہرایا تو بڑے ادب سے جواب دیا۔ بادشاہ سلامت! بہتر ہے۔ آپ
انکی گفتگو کے متعلق دریافت نہ کریں کیونکہ جس مضمون پر ان کے درمیان بحث ہو رہی
ہے وہ ایسا دل خوش کن نہیں ہے۔ بادشاہ حیران ہوا اور کہا ایسی کیا بات ہے۔
وزیر نے جواب دیا اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں۔ شاہ نے کہا آپ بے دریغ کہیں۔
وزیر بولا۔ جہاں پناہ انمیں ایک الو کے ہاں جو دائیں شاخ پر بیٹھا ہے ایک بیٹا ہے
اور دوسرے کی ایک بیٹی۔ دونوں کی باہم سگائی ہوئی ہوئی ہے اب یہ دونو الو ان کا بیاہ رچانے
کی بات چیت کر رہے ہیں۔ لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ بیاہ سے پہلے جہیز کا فیصلہ
کر لو۔ مجھے اچھے اچھے گھروں کے ناطے ملتے ہیں۔ تم دو سو اجڑے ہوئے گاؤں دیتے
ہو۔ فلاں الو پانچسو دیتا ہے۔ اگر تم اتنے دے سکتے ہو تو شادی میں کوئی عذر نہیں۔ ورنہ
مشکل ہے۔ لڑکی کا باپ جواب میں یہ کہہ رہا ہے کہ اگر جہیز کی شرط لازمی ہے
کہ آپ کچھ عرصہ انتظار کریں ہمارے سلطان کا سر سلامت رہے۔ اس عرصہ سے

اندر اندر کئی سو گاؤں اُجاڑ ہو جائیں گے۔ جتنے چاہو گے میں جہیز میں دیدونگا۔ بادشاہ
اس بات کو سُنکر دِل ہی دِل میں بہت نادم ہُوا

سلطان محمود کے لالچ اور تشدد کے متعلق مذکورہ بالا کہانی سے ایک اور
بات کا پتہ بھی چلتا ہے جسکا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ اور وُہ یہ کہ جہیز کے لالچ کا
مرض نیا نہیں بلکہ مدت سے چلا آیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے پہل اسمیں زیادہ تر
اُتو مبتلا ہوتے تھے۔ انسانوں میں یہ بیماری کم تھی۔ بعض بعض امراض جانوروں
اور انسانوں میں مشترکہ ہیں۔ جیسے پلیگ چوہونکی بیماری ہے۔ چوہوں سے شروع
ہو کر انسانوں میں آجاتی ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ جہیز کی بیماری اُلّوؤں سے ہو کر انسانوں
میں آئی ہو۔ آجکل پڑھے لکھے زیادہ تعداد میں اس مرض میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔

ذرا لڑکا گریجویٹ ہو پھر والدین کیا اور لڑکا کیا۔ یہی خواہش رہتی ہے کہ ناطہ کہیں
ایسی جگہ ہو جہاں ہزاروں کی رقم جہیز میں ملے۔ یا ایسی لڑکی سے شادی ہو جو خود بذریعہ ملازمت
بابو صاحب کی امداد کر سکے۔ اور اگر کوئی نوجوان میڈیکل یا کسی دیگر پروفیشنل کالج میں تعلیم حاصل
کر رہا ہو تو اُسکا کہنا ہی کیا ہے۔ وُہ مارکیٹ میں سب سے مہنگا بکتا ہے۔ نوجوانوں میں
یہ بُرائی بعض اوقات نہایت خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ کا ذکر
ہے کہ ایک نوجوان نے جو بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی تھا اپنی بیگناہ دھرم پتنی کو محض اسلئے
بُری طرح قتل کیا کہ وہ اپنے ماں باپ سے اُسکی خواہش کے مطابق دھن کا مہا سنمان کر سکی
اس دیوی کے سنمان اور پریم بھرے پتر جو وہ اپنے اِس نالائق پتی کو لکھتی رہی تھی جب عدالت

میں پڑھے گئے تو ہر ایک سُننے والے کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلنے لگے۔ اُس جرم کی پاداش میں اُس نوجوان کو پھانسی ہوئی۔ ماں جو اِس بے رحمی میں بیٹے کی ساتھی تھی۔ کالے پانی بھیجی گئی۔ باپ جو بیٹھک میں باہر بطور چوکیدار بیٹھا رہا تھا جبکہ اندر بیٹا اور ماں لڑکی کو قتل کرنے میں مشغول تھے۔ بری کیا گیا۔ کیونکہ اُسکے خِلاف ثبوت کمزور تھا۔

بنگال میں سہہ لتا کے جل کر مرجانیکا قِصّہ اور اِس قسم کی دیگر کئی مثالیں جو اِس ناجائز لالچ کے بھینکر نتائج کو ظاہر کرتی ہیں موجود ہیں۔ ویدکا اوچیہ آدرش (इयं मे पोथ्या) ارتھات آج سے اِسکے (دھرم پتنی کے) پالن پوشن کا ذمہ دار میں ہوں۔ مفقود ہوتا جاتا ہے اور اِسکی جگہ اُلٹ رواج پڑ رہا ہے۔ جو گرہستھ کے سکھ اور شانتی کا ورودھی ہے۔ ایسا نوجوان جو آتم وِشواس۔ اُتساہ اور پرشارتھ کو چھوڑ کر جہیز پر آنکھ رکھتا ہے اپنی ہستی کو کلنکت کرتا ہے۔ اور وہ والدین بھی جو رشتہ ناطہ کے وقت دوسروں سے بے جا دھن کی توقع رکھتے ہیں اپنی اور اپنی اولاد کی گراوٹ کا کارن بنتے ہیں۔

لالچ کی جڑ خود غرضی ہے۔ خود غرض اِنسان جلد لالچ کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اپنی ہی جائز کمائی پر کفائت کرتے ہیں اور بیگانہ مال کیطرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے وہ دنیا میں سُکھی رہتے ہیں اور اُن کا انجام ہمیشہ نیک ہوتا ہے کہتے ہیں ایک لکڑہارا جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک روز رستہ میں ندی پر ہاتھ منہ دھونے کے لئے بیٹھتے وقت اتفاق سے اُسکا کلہاڑا ہاتھ سے گر کر گہرے پانی میں جا پڑا۔ بیچارا رونے لگا۔ کیونکہ یہی اُسکے لئے کام کی چیز تھی۔ اُس کے

بغیر اُسکا گذارہ مشکل تھا۔ اُسکے رونے کی آواز سُنکر ایک فرشتہ خواجہ خضر اُسکے سامنے ظاہر ہُوا۔ اور پوچھنے لگا تو کیوں روتا ہے۔ لکڑہارے نے کہا میرا کلہاڑا پانی میں گر گیا ہے۔ فرشتے نے فوراً پانی میں غوطہ لگایا اور ایک سونے کا کلہاڑا نکال کر پوچھا کیا یہ تمہارا کلہاڑا ہے۔ اُس نے دیکھ کر کہا کہ یہ میرا نہیں ہے یہ سونے کا بنا ہوا ہے۔ فرشتے نے دوبارہ ڈُبکی لگائی اور ایک چاندی کا کلہاڑا نکال کر دوبارہ وہی سوال کیا۔ لکڑہارے نے اسکے قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ فرشتہ نے تیسری بار اصلی لوہے کا کلہاڑا نکالا۔ جسے دیکھ کر لکڑہارا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کلہاڑا میرا ہے۔ خواجہ خضر لکڑہارے پر بہت خوش ہوئے اور اُسکی نرلوبھتا کے صلہ میں پہلے دونو کلہاڑے بھی اُسے دیدیئے۔

حرص اور لالچ سے مبرا انسان بیجا طور پر کبھی کسی کے آگے نہیں جھکتا خواہ کتنا بڑا آدمی اُسکے بالمقابل کیوں نہو۔ سکندر اعظم اور دیوجانس پارسا کے متعلق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سکندر اپنی فوج کے ساتھ بڑے جاہ و حشم کیساتھ جا رہا تھا۔ رستہ میں ایک جنگل میں دیوجانس پارسا کی جھونپڑی کے پاس سے گذر ہُوا۔ اُس نے کچھ التفات نہ کی۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا۔ اُسکے نزدیک پہنچا اور کہا:-

بہر چہ نکردی احترامم ؛ آخر نہ سکندر است نامم

تو نے کیوں میرا احترام نہ کیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا نام سکندر ہے

پارسا نے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ تو سکندر ہے۔ مگر :-

دو بندہ من کہ حرص و آزند ⁂ بر تو ہمہ روز سرفرازند

با من چہ برابری کُنی تو ⁂ چوں بندۂ بندۂ منی تو

اے سکندر! حرص اور لالچ میرے دو غلام ہیں جو ہر وقت تیرے سر پر سوار رہتے ہیں۔ اسلئے جبکہ تو میرے غلاموں کا غلام ہے تو میرے ساتھ کیا برابری کرسکتا ہے۔ بعض پرانے لوگوں میں خیال ہے کہ جب کسی انسان بالخصوص بادشاہ کی نیت میں لالچ آجاتا ہے تو پرکرتی کے پدارتھوں میں برکت اور شکتی کم ہو جاتی ہے بادشاہ نوشیرواں کے وقت کا ایک قصہ ہے کہ ایک دفعہ نوشیرواں کسی گاؤں میں دورہ کر رہے تھے۔ دو چار ملازم ساتھ تھے۔ رستہ میں ایک جگہ پیاس لگی۔ نزدیک ہی ایک باغ نظر آیا۔ وہاں پہنچے۔ باغ میں ایک لڑکی دکھائی دی۔ اُس سے پانی کا ایک گلاس طلب کیا۔ لڑکی جھٹ پاس ایک انار کے درخت سے دو انار توڑ کر اور پیالہ کو رس سے بھر کر لے آئی۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا اور لڑکی کو انعام دیکر وہاں سے رخصت ہوا۔ رستہ میں پٹواری سے دریافت کیا کہ اس گاؤں کا مالیہ کسقدر ہے۔ پٹواری نے صحیح رقم بتادی۔ جسے سُنکر بادشاہ نے کہا کہ جس جگہ کی زمین ایسی زرخیز ہو اور جہاں اتنی پیداوار ہو۔ وہاں اتنا مالیہ بہت کم ہے۔ پٹواری چپ ہو رہا۔ ایک دو روز کے بعد واپسی پر پھر اُسی باغ کے پاس سے گذر ہوا۔ لڑکی خوشی خوشی دوڑی آئی۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح پانی مانگا۔ لڑکی گئی

اور دیر کے بعد اناروں کے رس سے بھرا ہوا پیالہ لائی۔ بادشاہ نے دیری کا سبب دریافت کیا۔ لڑکی نے جواب دیا۔ پہلی مرتبہ دو اناروں کے رس سے ہی پیالہ بھر گیا تھا اور اب اُسی درخت سے پانچ چھ انار توڑے ہیں تو مشکل سے یہ رس نکلا ہے شاید ہمارے بادشاہ کی نیت میں کچھ فرق آیا ہے۔ کیونکہ میں نے سُنا ہوا ہے کہ جب حاکم وقت کی نیت میں فرق آئے تو ملک کی پیداوار میں برکت نہیں رہتی۔ نوشیرواں سُنکر بڑا متعجب ہوا اور ٹیکس کی ابزادی کا خیال چھوڑ دیا۔

لالچ جسطرح ایک پُرش والستری کے لیے ہانی کارک اور دُکھ کا موجب ہے اُسی طرح دیش اور جاتی کا۔ کیونکہ منشیہ سموہ کا نام ہی جاتی ہے۔ اور جاتی ہی دیش کی بھلائی یا برائی کا کارن ہوتی ہے۔ جس دیش یا جاتی میں سوارتھ۔ خودغرضی اور لالچ اپنا ڈیرا جما لیتے ہیں۔ وہ دیش یا جاتی کمزوروں کے لیے تکلیف کا موجب ہو جاتی ہے اور انت میں خود بھی برباد ہو جاتی ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز کی بنیاد محض اسی غرض سے ڈالی گئی تھی کہ کمزور جاتیوں کو زبردست جاتیوں کے لالچ کے خطرہ سے بچایا جائے۔ مگر اس میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ لیگ کے دیکھتے دیکھتے جاپان نے چین کے شمال میں مانچوریا کا علاقہ دبا لیا اور آجکل از سرِ نو چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے۔ اٹلی نے افریقہ کی خودمختار سلطنت ابے سینیا پر بے جا قبضہ کر لیا ہے۔ اور ہٹلر نے آسٹریا کی

خود مختار سلطنت کو جرمنی میں شامل کر لیا ہے۔ دنیا جسکی لاٹھی اُسکی بھینس کا نقشہ
بن رہی ہے۔ حق ناحق کی کوئی پُوچھ نہیں۔ برعکس اسکے پرانی ہندو سبھیتا کے انوسار کسی
بھائی کو دوسرے بھائی کے دبانے کا حق نہیں تھا۔ مہابھارت کے یُدھ میں کئی بڑے بڑے
سورمے راجہ ایک نہ ایک طرف لڑتے ہوئے کام آئے۔ جب لڑائی ختم ہو چکی تو فتحمند
پانڈوں نے راجیہ کے انتظام کے متعلق بھیشم پتامہ سے مشورہ طلب کیا۔ انہوں
نے سب سے پہلی بات یہ کہی۔

भ्रातॄन पुत्रान पौत्रांश्च स्वे २ राज्येऽभिषेचय ।
कुमारो नास्ति येषां च कन्यास्तत्राभिषेचय ॥

جن ریاستوں کے راجہ اور والی مر چکے ہیں۔ اُنکے بھائیوں پتروں اور پوتروں (راجیہ کا بھی حق) کو اُنکے اپنے راجیہ میں ستھاپت کرو اور جہاں کوئی لڑکا جائز وارث نہ مل سکے وہاں
لڑکی کو گدی پر بیٹھا دیا جائے۔

جس جماعت یا پارٹی گروہ اور تنظیم کا یہ نیم کام کرتا ہو۔ وہاں کمزور کو زبردست سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے
اس اصول کے مقابلہ میں لیگ آف نیشنز کی حقیقت ہی کیا ہے۔ دان بیر ارجن مرتے مرتے
بھگوان کرشن سے یہی خواہش ظاہر کرتا ہے

मा मतिः परदारेषु
पर द्रव्येषु मा मतिः - जिह्वा परापवादिनि च देहि मे

بھگوان! میرا دھیان کبھی پر استری کی طرف نہ جائے۔ میں کبھی پرائے دھن کا لالچ نہ کروں
اور میری زبان پر کبھی پر نندا کے شبد نہ ہوں۔

पद्मपुराण

کئی لوگ طمع اور لالچ کے بندھن میں غربت کا عذر کرتے ہیں۔ مگر یہ محض ایک بہانہ ہے
لالچی ہونا یا نہ ہونا ہر شخص کی اپنی طبیعت پر موقوف ہے۔ بعض اوقات بڑے بڑے
امیر لالچ کے وش ہو کر پاپ کرتے ہیں اور کئی دفعہ غریب اور متوسط لوگ نرلوبھ
ہونے کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کسی کسان نے اپنی زمین کا
ایک ٹکڑا دوسرے کسان کے پاس بیچ دیا۔ کچھ مدت کے بعد خریدار کو اس کھیت میں
ہل چلاتے چلاتے زمین سے مہروں کا ایک برتن ملا۔ دل میں سوچنے لگا کہ میں نے اپنے ہمسایہ
سے زمین کا سودا کیا تھا۔ یہ دھن میرا مال نہیں۔ یہ ہمسایہ کا مال ہے جس سے میں نے
زمین خریدی ہے۔ چنانچہ وہ برتن کو لیکر اُس کے پاس گیا۔ ہمسایہ نے لینے سے انکار کیا
اور کہا کہ میں زمین فروخت کر چکا ہوں۔ مجھے اس برتن کا علم ہی نہ تھا۔ اب یہ مال اسی کا ہے
جو زمین کا مالک ہے۔ دونوں میں بحث ہوتی ہے۔ اس دھن کو دونوں میں سے کوئی رکھنے
کے لیئے تیار نہیں۔ آخر معاملہ عدالت میں پہنچتا ہے۔ حاکم اور دوسرے لوگ نرلوبھتا
کی اس درشیہ کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ جج کے لیئے فیصلہ دینا مشکل ہو جاتا
ہے۔ عدالت ایسی صورت میں اُس دھن کو سرکاری مال بڑی آسانی سے قرار دے سکتی
تھی۔ مگر جج نے ایسا مناسب نہ سمجھتے ہوئے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں
کوئی اولاد ہے۔ اتفاق سے ایک کے ہاں لڑکا تھا اور دوسرے کے لڑکی اور دونو
ہم عمر تھے۔ جج نے مشورہ دیا کہ انکی شادی کر دی جاوے - اور وہ دھن بطور جہیز اُن کو
دیدیا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بائیبل میں ایک سنہری اصول ہے - Give the edge to thy neighbour
ارتھات کِنار کا حصہ اپنے پڑوسی کو دو

یہ نصیحت تقسیم اور بانٹ کے موقعہ پر باہمی جھگڑا مٹانے کے لیے نہایت کارآمد ہے - جہاں دو کسانوں کی زمین پاس پاس ہو - وہاں کھیت کی حدود پر کی پیداوار کے متعلق آپس میں جھگڑا ہو سکتا ہے - اگر اِس موقعہ پر مذکورہ بالا اصول پر عمل کیا جاوے - تو جھگڑے کی کوئی بنا ہی پیدا نہیں ہوتی

مُسلمانوں میں امام حنظلی ایک بزرگ ہستی ہو گذرے ہیں - اُن کے متعلق ایک روائت ہے کہ وُہ ایک دفعہ کسی سوداگر کے باغ کی رکھوالی پر ملازم تھے - باغ میں اناروں کے بہت سے درخت تھے - ایک مرتبہ جبکہ انار پکے ہوئے تھے سوداگر باغ میں آیا اور امام حنظلی سے کہا کہ چند میٹھے انار لاؤ وُہ گئے اور دو چار انار توڑ کر لائے - مگر انار کھٹے نکلے - امیر نے انہیں دوبارہ بھیجا - اور وُہ کسی دوسرے درخت سے اچھے اچھے انار دیکھ کر لے آئے - ابکی مرتبہ بھی وہی نتیجہ نکلا - سوداگر بہت خفا ہُوا اور کہا تم اتنی مدت سے مُلازم ہو اور ابھی تک یہ بھی پتہ نہیں کہ کون سے انار میٹھے ہیں اور کون سے کھٹے انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے رکھوالی کے لیے مقرر کیا ہُوا ہے جو فرض میں پوری طرح پر ادا کرتا ہوں - میرا آپکے انار چکھنے سے کیا کام - یہ ایمانداری کا کتنا اعلیٰ نمونہ ہے - اِنسان اپنے آپ کو لالچ سے جتنا بالاتر رکھنا چاہیے رکھ سکتا ہے

اور جسقدر نیچے گرنا چاہے گر سکتا ہے۔ آئے دن عدالتوں میں بڑے بڑے حاکم لالچ کے باعث جیل میں جاتے ہوئے دیکھے گئے ہیں جبکہ کئی ادنی ملازم اپنی جائز قلیل آمدنی پر قناعت کرتے ہوئے پرماتما کے شکر گذار دکھائی دیتے ہیں۔

جن پرشوں کا جیون تیاگ یکت ہوتا ہے اور جو اپنی ضروریات کو حالات کے مطابق کم کر سکتے ہیں۔ اُن کے چال چلن میں کبھی لغزش نہیں آتی اور کڑی سے کڑی آزمائش کے موقعہ پر وہ اپنے اصول پر قائم رہتے ہیں۔ بنجمن فرینکلن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اپنا اخبار نکالا کرتے تھے جسکے خریدار امیر غریب ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے اخبار میں چند امیروں کی اُن کے کسی نامناسب فعل پر نکتہ چینی کی۔ جسکی وجہ سے بہت سے امیر اِن سے ناراض ہو گئے اور سب نے مل کر اِن کی اخبار کا بائیکاٹ کر دیا۔ آمدنی بہت کم ہو گئی۔ دوستوں نے معافی مانگنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ مگر چند روز بعد امیروں کی عزت کرنیکا خیال ظاہر کیا۔ دوست یہ تجویز سنکر خوش ہوئے۔ سمجھے کہ یہ معافی مانگنے کا ہی ایک ڈھنگ ہے۔ سب نے تائید کی۔ دعوتی کارڈ امیروں کے نام بھیجے گئے۔ مقررہ وقت پر ایک بڑے ہال میں کھانے کی میزیں سجائی گئیں۔ امیر آئے۔ بنجمن نے سب کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اپنی اپنی جگہ پر سب بیٹھ گئے۔ کھانا شروع کرنے کے لئے درخواست کیگئی سب نے اپنی اپنی رکابی کے اُوپر سے رومال اٹھایا دیکھتے کیا ہیں کہ ہر ایک رکابی میں ایک ایک باجرے کی روٹی۔ ایک ایک

پیاز اور تھوڑا سا نمک ہے۔ امیر بڑی مرغن اور پر تکلف دعوت کی اُمید پر آئے تھے۔ انہیں یہ روکھا سوکھا کھانا کب بھاتا تھا۔ سب ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگ گئے۔ مگر بنجمن بڑے شوق سے پیاز روٹی کھانے میں مشغول ہو گیا۔ اور جب کھا چکا تو پانی کا ایک گلاس پیکر کھڑا ہو گیا اور مجلس کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جو شخص باجرے کی روٹی اور پیاز پر گذارہ کر سکتا ہے۔ اُسے کسی امیر کی خوشامد کی ضرورت ہرگز نہیں۔ میری آمدنی اسوقت بھی میرے گذارہ کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ یہ سُنکر وہ سارے بڑے نادم ہوئے: اور بنجمن کا کام جلد پہلے کی طرح چل پڑا

لالچی انسان جلد دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے اور ہمیشہ ذلیل اور خوار ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی
ازاں نیست مر طامع را بہی

ازتہات طمع (لالچ) میں تین حروف ط۔م۔ع اور تینوں بے نقطہ یعنی خالی ہیں اسیطرح جو شخص طامع (طمع کرنیوالا) ہوتا ہے وہ اِن حروف کیطرح دنیا میں خالی اور ناکام رہتا ہے۔ اگر کسی پُرش کی ضروریات زیادہ ہوں اور آمدنی کم۔ تو اُس کے لئے واجب ہے کہ وُہ جائز اور مناسب پریشرم اور محنت سے اپنی آمدنی بڑھاوے یا اگر آمدنی کے بڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اپنی ضروریات کو گھٹالے۔ بہر صورت

ضروریات آمدنی کے مطابق ہونی چاہئیں۔ لالچ سے ناجائز طور پر دوسروں کے مال پر تصرف کرنیکی کبھی خواہش دِل میں پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔ اپری گرہ سب کے سُکھ کا ہیتو ہے۔ بالخصوص سنیاسیوں کے لئے جو گرہستھ کی ذمہ واریوں سے فارغ ہو چکے ہوں پرم آدشیک ہے

اوم شم

سادھو آشرم ہوشیار پور

ہوشیار پور بجواڑہ کی سڑک پر بڑا پرسدّھ دھرم ستھان ہے
جہاں روزانہ ست سنگ ہوتا ہے - پراتہ سایںنگ
دو وقت سندھیا ہون اور پرارتھنا کے علاوہ سال
میں دو بار بساکھی اور دسہرہ کے موقعہ پر پورا
ایک سپتاہ بڑا دھرم یگیہ ہوتا ہے جس میں
دُور دُور سے بڑے بڑے وِدوان سادھو مہاتما
اور بھجنیک سنملِت ہوکر جنتا کو اپنی امرت بانی
سے آنندت اور کرتارتھ کرتے ہیں -

ہندی مہا ودیالہ ہوشیارپور

کنیا ونکو پنجاب یونیورسٹی کی ہندی کی اوچیہ پریکشاؤں۔ رتن بھوشن اور پربھاکر کے لیئے تیار کرتا ہے۔ اس کے نتائج ہرسال بڑے شاندار رہتے چلے آئے ہیں۔ پچھلے سال بھوشن پریکشا میں صوبہ بھر میں اوّل کنیا اسی ودیالہ کی تھی۔ اس سال (۱۹۴۰) جبکہ پربھاکر پریکشا میں بھی کنیائیں ودیالہ سے شامل ہوئی ہیں ہمارے ودیالہ کی کنیا ہی اس اعلیٰ امتحان میں سارے پنجاب میں فسٹ رہی ہے۔ یونیورسٹی شکشا کے علاوہ دھارمک پہلو کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اسلیئے ایسی اوچیہ اور آدرش سنستھا کی سہایتا کرنا سب کا اخلاقی فرض ہے

ستیہ دیو منیجر

باہتمام پنڈت رامداس جی ہرش
ہرش الیکٹرک پریس ہوشیارپور میں چھپی